حضرت شاہ علیسی جند اللہؒ

ڈاکٹر شیخ فرید

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہؒ

ڈاکٹر شیخ فرید

فہرستِ مضامین

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۵
۲	جندی گروہ	۹
۳	حضرت شیخ قاسم اور اُن کا خانوادہ	۹
۴	حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ	۱۰
۵	احمد آباد میں قیام	۱۶
۶	برہان پور میں آمد	۱۸
۷	ارادت و بیعت	۲۳
۸	خلافت	۲۶
۹	اکبر کا اسیر پر حملہ	۳۰
۱۰	عبادت و ریاضت	۳۲
۱۱	خانقاہ اور مدرسہ	۴۱
۱۲	سماع	۴۳
۱۳	عادات و اخلاق	۴۴
۱۴	وفات	۵۰
۱۵	اولاد و اعزا	۵۰
۱۶	خلفاء اور معتقدین	۵۶

۱۷- تصانیف	۵۴
۱۸- روضۃ الحسنیٰ	۵۶
۱۹- تفسیر انوار الاسرار	۵۷
۲۰- رسالہ حواس پنجگانہ- حاشیہ باشارہ عربیہ شرح قصیدہ بردہ- رسالہ تحلیۃ المذاہب حاشیہ بر شرح ضیائیہ	۶۱
۲۱- فتح محمدی، تتمیم شرح مایہ عوامل- رسالہ عقود شرح رباعیات، اسرار الوحی- مجمع البحرین	۶۲
۲۲- رسالہ دقیقہ	۶۳
۲۳- رسالہ وحدت وجود	۶۶
۲۴- عین المعانی	۶۸
۲۵- عین المعانی کی اہمیت	۷۷
۲۶- کتاب کے ماخذات	۷۹
۲۷- معمیات	۸۱
۲۸- اسمائے حسنیٰ	۸۳
۲۹- اسمائے الٰہی کے معنے اور ان کی تشریحات	۸۸
۳۰- کلام جنڈی	۱۵۳
۳۱- تبصرہ	۱۶۶
۳۲- تعلیقات جنڈی	۱۶۷

پیش لفظ

برہان پور - دار السرور - اپنی قدامت اور تاریخی عظمت کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت کا مالک ہے وہ صدیوں علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے یہاں کے علم پرور اور معارف دوست فاروقی سلاطین، مغل بادشاہوں اور امیروں کی سرپرستی میں علماء، صلحاء، صوفیاء اور شعراء نے علم و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور تاریخ کو ترتیب دینے اور سنوارنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ لیکن اس کے شعراء اور ادباء کی تخلیقات کی طرف سے آج بھی عام بے خبری ہے۔

راقم نے "فارسی ادب کے ارتقاء میں برہان پور کا حصہ" (نثری ادب) ــــ کے عنوان سے ناگ پور یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے ایک مقالہ پیش کیا۔ اس گراں قدر ادبی سرمایہ کی تلاش و ترتیب، تحقیق و تنقید میں یہ پہلی کوشش ہے۔ زیر نظر تالیف اس مقالہ کا ایک حصہ ہے۔

برہان پور کے علماء فضلاء اور صلحاء کے جستہ جستہ حالات "تاریخ خورشید جاہی" "تاریخ رشیدی" مرات الصفار، مآثر رحیمی، گلزار ابرار، تاریخ برہان پور اور چند مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکروں میں ملتے ہیں۔ تاریخ برہان پور میں

چند اہلِ قلم بزرگوں کی تصانیف کے نام گنا دیئے ہیں۔ نفسِ مضمون سے متعلق کوئی بات نہیں کہی گئی ہے۔ دو تین بزرگوں کے ملفوظات کے اردو ترجمے ملتے ہیں۔ اُن میں کرامات اور خوارق عادات کی تفصیلات کے ہجوم میں ان بزرگوں کے افعال و کردار کی تصاویر کے اصلی خط و خال پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ مقالہ میں اُن بزرگوں کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا ہے۔ ان کے حالات اور تعلیمات کو ان کی تصانیف کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔ مختلف تذکروں اور تاریخوں میں بکھرے ہوئے سوانحی مواد کو یکجا کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ نقد و تبصرہ کے دوران اُن تصانیف میں جو واقعات اور دیگر تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔ ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ تمام مواد قلمی کتابوں پر مبنی ہے۔

برہان پور کے فارسی کے نثری ادب کے سلسلے میں اس کاوش اور تالیف کا مقصد اُس گراں بہا ضخیم ادبی سرمایہ کی نشان دہی کرنا ہے۔ تاکہ آنے والی نسل اپنا مواد اُس سے زیادہ مقدار اور بہتر شکل میں پیش کر سکے ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

مقالہ کی ترتیب و تدوین میں حضرت استاذی نجیب اشرف صاحب

ندوی (مرحوم) کی رہنمائی اور دعاؤں کو بڑا دخل رہا ہے۔ میرے ہموطن بزرگ مولوی معین الدین صاحب (برہان پور) نے بھی قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔ قلمی کتب اور کتبات کے پڑھنے اور سمجھنے میں انھوں نے خصوصاً مجھے مدد دی۔ استاذی حشمت اللہ ریاضی (برہان پور) نے ابتدا ہی سے میری تعلیم و تربیت میں بزرگانہ شفقت سے کام لیا اور مقالے کے سلسلے میں بھی انھوں نے گراں قدر مشورے اور مفید ہدایتیں دیں۔ مولوی سید احکام اللہ صاحب (مرحوم) پیش امام جامع مسجد (برہان پور) پیرزادہ سید حبیب الدین صاحب اور پیرزادہ سید اکرام الدین صاحب ــــ (سجادہ نشین و متولی درگاہ و کتب خانہ حضرت راز الٰہیؒ برہان پور) ــــ نے اپنے کتب خانے سے استفادہ کرنے کا موقعہ دیا۔ اور ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی۔ پیرزادہ سید محمد مطیع اللہ صاحب راشد برہان پوری ــــ (مقیم کراچی، مرحوم) ــــ نے پیرانہ سالی اور کمزوری کے باوجود چند نایاب نسخوں کی نقل مرحمت فرمائی اور آخر دم تک رہنمائی کرتے اور مشورے دیتے رہے۔

مقالہ کی تکمیل میں عجلت کی تنبیہ اور اصرار کے لئے اپنے بزرگوں ڈاکٹر فیروزالدین صاحب (ناگ پور)، حاجی غلام مرتضےٰ صاحب ناظم وارثی (مرحوم)، عبدالرشید صاحب (برہان پور) اور اپنے دوستوں ــــ حاجی صلاح الدین صاحب اور مرزا عابد بیگ صاحب (برہان پور) کا ممنون ہوں

زیرِ نظر اوراق سب رس (حیدرآباد) میں مقالہ کی شکل میں قسط وار اشاعت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ موجودہ صورت میں ان کی اشاعت الحاج پروفیسر محمد اکبرالدین صاحب صدیقی (حیدرآباد) کے کرم و عنایت کی رہینِ منّت ہے۔ اشاعت کے تمام مراحل ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ سے انجام پائے۔

شیخ فرید

انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
۹۲ دادابھائی نوروجی روڈ
بمبئی ۱
۲۷ مئی سنہ ۱۹۷۵ء

جُندی گروہ

حضرت شیخ قاسم اور ان کا خانوادہ

سندھ کی تباہی و بربادی سے متاثر ہو کر حضرت شیخ قاسم سندھی کا خاندان احمد آباد اور ایلچپور میں مختصر قیام کے بعد برہان پور پہنچا اور اس کی دامن گیر خاک میں اقامت گزین ہوا۔

سندھی علماء و فضلاء کے ترک وطن کے سلسلہ میں اس عہد کے سیاسی حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

بابر کے حملہ کے پہلے سندھ میں امن و سکون، خوش حالی اور فراوانی تھی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں علم و فن کا مرکز تھیں، علماء، فضلاء، صوفیا اور ادباء خاموشی اپنے اپنے حلقۂ اثر میں علم و عقل کی ترویج و اشاعت میں مصروف اور کوشاں تھے۔ درس گاہوں میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خانقاہوں میں انسانوں کے ظاہر و باطن کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دی جا رہی تھی۔ خانقاہوں میں مسند نشین صوفیاء گوشۂ عزلت میں خاموش زندگی بسر کر رہے تھے۔ قلوب و اذہان کے اطمینان و طمانیت کے باعث اہل علم تصنیف و تالیف میں مصروف تھے۔ جام نظام الدین کا عہد پُر امن اور شعائر اسلامی اور احیائے دین و سنت کا دور تھا۔[1]

---

[1] تاریخ سندھ (معصومی) ص [illegible]

بابر کے حملے کے بعد سندھ میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اٹھے شاہ بیگ ارغون کی مصلحت آمیز مصالحت نے بابر کی فوج کا رُخ سندھ کی طرف سے پھیر دیا۔ ملک میں امن وامان قائم رہا۔ لیکن شاہ بیگ نے اپنے علاقہ کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے قرب وجوار کے علاقہ جات کاہان اور باغبانان پر فوج کشی کرکے جام فیروز کو شکست دی اور ان علاقوں پر قابض ہو گیا۔

خوشحال اور آباد علاقوں میں نقود واجناس کی غارت گری و تباہی کا اندازہ مرزا عیسٰی ترخان سے حضرت مخدوم جعفر سندھ کے بلند پایہ عالم کے بیان سے ہوتا ہے۔

"در اول زمستان ہزار سوار را مستعد ساختہ از سیوی در ولایت سندھ فرستادند۔ آں جماعت در ہفدہم شہر ذیقعدہ سنہ ۹۲۱ھ احدی وعشرین وتسعمایۃ کاہان و باغبانان راہ آمدند۔ تاختند۔ مخدوم جعفر یکے از علمائے سندھ بود۔ از مرزا عیسٰی ترخان نقل می کردند۔ کہ درین تاخت ہزار اشتر کہ از چرخ ہائے باغات کہ شب کاری کردند بردند وقیاس باید کرد بریں چیزہائے دیگر را و معموری آن دیار را[1]"

سنہ ۹۲۶ھ میں شاہ بیگ نے شہر ٹھٹھہ پر حملہ کرکے جام فیروز کو شکست دی۔ اس کی فوج نے فتح اور طاقت کے نشہ میں ظلم وتشدد

---

[1] تاریخ معصومی صفحہ ۱۱۱

اور قتل و غارت گری میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

علماء، صلحاء اور شرفاء کو ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑا اور قید و بند کے مصائب اور شدائد برداشت کرنے پڑے اس دور کے عظیم المرتبت جید فقیہ قاضی قضن بھی اس بلا میں گرفتار ہو گئے[3]

اس جنگ کی صلح کے نتیجہ میں سیہوان سے ٹھٹھہ تک کا علاقہ جام فیروز کے قبضہ میں دے کر باقی علاقہ پر خود متصرف اور قابض ہو کر شاہ بیگ ارغون نے سیوستان تلٹی۔ بھکر اور الور وغیرہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

قتل و غارت گری اور دار و گیر کے ان مسلسل ہنگاموں نے عوام و خواص کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال دیا۔ شرفاء۔ علماء اور صلحاء ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ شاہ بیگ کے انتقال کے بعد جام فیروز اور شاہ حسن (جانشین شاہ بیگ) کی معرکہ آرائیاں اور زیادہ تباہ کن اور ہلاکت آفرین ثابت ہوئیں[4]

علماء۔ فضلاء اور صلحاء ٹھٹھہ۔ بھکر۔ پات اور سندھ سے مکہ۔ گجرات۔ جنوبی ہند وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ ان مہاجرین میں قاضی قضن[5] قاضی عبداللہ[6]۔ شاہ جہانگیر ہاشمی[7]۔ مولانا شیخ عبداللہ ابن

---

[3] قاضی قضن۔ گلزار ابرار ورق ۱۸۱ اذکار ابرار ص ۲۷۵ [4] تاریخ معصومی ص ۱۲۷

[5] قاضی قضن۔ اذکار ابرار ص ۲۷۵ / سندھی زبان کے صوفی شاعر مدینہ منورہ میں جا بسے گئے۔

[6] قاضی عبداللہ۔ اخبار الاخیار ص ۱۸۰ حوادث روزگار سے تنگ آ کر حضور سرور کائنات کے روضۂ اقدس کی زیارت کے شوق میں سندھ سے احمد آباد پہنچے اور شیخ علی متقی کی صحبت میں مختصر عرصہ رہنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور ترک وطن اختیار کیا۔ [7] شاہ جہانگیر ہاشمی ۹۴۶ھ میں سندھ سے حجاز روانہ ہوئے اور راستہ میں لاہ زنوں نے شہید کر ڈالا۔

مولانا اسعد[۸]۔ شیخ طاہر محدث[۹]۔ مخدوم عباس[۱۰] اور شیخ طیب[۱۱] قابلِ ذکر ہیں شیخ طاہر کا خاندان۔ ان کے اعزاء واقرباء اور چند احباب کا قافلہ گجرات (احمد آباد) سے ایلچپور (برار) ہوتا ہوا۔ برہان پور پہنچا۔ جو ان دنوں دکن میں سب سے زیادہ پرامن اور خوشحال علاقہ اور خاندیش کا دارالسلطنت تھا۔

برہان پور کے شمالی حصّہ میں ان مہاجرین کی آباد کاری کی گئی اور ان کے آبائی وطن کی نسبت کے لحاظ سے یہ علاقہ محلہ سندھیان مشہور ہوا اور آج کل سندھی پورہ کہلاتا ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر ٹھٹھہ کے لوگ جاکر بس گئے۔ شہر کے اس حصّہ صحت کنواں میں آج بھی "ٹھٹھائی" آباد ہیں۔

برہان پور میں ان مہاجرین کی بڑی عزت کی گئی اور ان کو ہر قسم کی مراعات دی گئیں۔ محمد شاہ فاروقی --- والی خاندیش نے کمالِ احترام واعزاز سے شیخ طاہر محدث کا استقبال کیا۔ ان کی اور ان کے متعلقین کی سکونت کے لئے مکانات اور محلات پیش کئے اور ایک بڑا علاقہ ان کو دے دیا۔

برہان پور کے حنفی المسلک فاروقی سلاطین کی معارف پروری

ع۸ شیخ عبداللہ: ۹۱۷ھ میں سندھ سے مدینہ شریف ہجرت کرکے قیام پذیر ہو گئے۔
ع۹ شیخ طاہر محدث --- شیخ قاسم کے برادر بزرگ اور عم جد اللہ"
ع۱۰ مخدوم عباس - اذکار ابرار ص ۲۰۹ قصبہ پاٹ سے گجرات کی طرف چلے گئے۔
ع۱۱ شیخ طیب۔ اذکار ابرار ص ۲۲۷ استاد شاہ عیسیٰ جند اللہ"

اور داد و دہش کی شہرت علماء۔ فضلاء۔ صلحاء۔ اہل کمال اور صاحبانِ فن کی کشش کا موجب ثابت ہوئی۔ ان بادشاہوں نے علم و فن کی ترویج و اشاعت کے لیے ہر قسم کے باکمالوں اور فن کاروں کو مختلف علاقوں سے جمع کرنے کی کوشش کی۔

عوام و خواص کی درس و تدریس کی خدمت شاہ طاہر محدّث کے سپرد ہوئی۔ یہاں انھوں نے رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ رشد و ہدایت کے ان سوتوں سے آج تک روحانی فیض جاری ہے۔ طاہر محل کے آثار اور کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔

حدیث و تصوف میں شیخ قاسم کی تصانیف کا ذکر ملتا ہے[۱۲]۔ شیخ طاہر محدث کثیر التصانیف بزرگ ہیں "جمع السجاد" ان کا شاہ کار ہے۔ تفسیر۔ فقہ۔ حدیث میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ اسی خانوادہ علم و فضل کے چشم و چراغ تھے۔ علم و فن، زہد و ورع میں وہ ممتاز تھے۔ ان کا اصل مقام عرفان و حقیقت کا کنگرہ تھا۔ عین المعانی۔ ان کا شاہ کار اس کا شاہد ہے۔

شاہ موصوف کے برادرِ خورد سلیمان سیفی کی کوئی تصنیف نہیں ملتی فرحی کی کشف الحقائق میں ان کے حالات اور عین المعانی میں ان کی رباعیات ہیں۔

عام طور سے ہر خاندان میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو کم و بیش اس کے تمام افراد میں پائی جاتی ہیں۔ علم و فن میں امتیاز

۱۲۔ تاریخ برہان پور ص ۲۸۱

اور زہد و تقویٰ کی دین کبھی ایک خاندان میں جمع ہو جاتی ہے۔ شیخ قائم کے خاندان میں ایسی جامع العلم اور جامع الکمالات شخصیت شاہ عیسیٰؒ کے خلف اصغر۔ شیخ فتح محمد محدث کی تھی۔ وہ جید عالم۔ بلند پایہ ادیب فاضلِ اجل۔ بے بدل مفسر و فقیہ تھے۔ وحدت الوجود کے اسرار و غوامض پر ان کی نظر گہری تھی۔ عقاید صوفیہ میں ان کی ایک مثنوی کی بازیافت کا سہرا راقم کے سر ہے اور عقائد میں ان کی کئی تصانیف ہیں۔

محدث موصوف کے صاحبزادے شیخ شہاب الدین کی یادگار خلاصۂ فتوح الاولاد ملتی ہے۔ شاہ عیسیٰؒ کے فاضل مرید شیخ اسماعیل کی دو نثری تصانیف۔ کشف الحقایق اور مخزنِ دعوت اور ان میں منقول چند منظومات ان کی یادگار رہ گئے ہیں۔

ان بزرگوں کی تصانیف کی زبان سادہ اور طرزِ بیان واضح ہے آیات، احادیث اور اشعار کے حوالے جا بجا ملتے ہیں۔ اشعار کی برجستگی اور زبان کی سلاست نے تصوف کے مضامین کو حلاوت بخش بنا دیا ہے۔

شاہ عیسیٰ جند اللہ رحمۃ اللہ علیہ[1]

دو عیسیٰ است فرخندہ در نسل آدم[2]
یکے ابن مریم دوئم ابن قاسم

نام و نسب شیخ عیسیٰ نام۔ ابو البرکات کنیت۔ جند اللہ عین العرفاء مسیح الاولیاء القاب۔ جندی تخلص ہے۔

شیخ اسماعیل فرحی[3] نے کشف الحقائق میں جو سلسلۂ نسب بیان کیا ہے۔ وہ حضرت شہاب الدین سندھی تک پہنچتا ہے۔

"شیخ عیسیٰ بن قاسم بن حضرت یوسف بن حضرت ملا رکن الدین بن حضرت شہاب الدین سندھی"[4]

آبائی وطن حضرت عیسیٰ کے آبا و اجداد کا وطن قصبہ پات (سندھ) تھا۔ اس قصبہ کی آبادی میں ان کے بزرگوں کا ہاتھ تھا۔ اور ان کے قدوم کی برکت سے اس کی آبادی و ترقی میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

"زاد بوم آباء و اجدادِ مکرم حضرت پیر دستگیر در ملک سندھ قصبہ پات است و بناء آن نیز از بزرگانِ حضرت ایشان است"[5]

---

[1] اس مضمون کا ملخص معارف ستمبر ۵۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔
[2] ثمرات الحیات (قلمی) ورق ۵۳ الف [3] شیخ اسماعیل فرحی۔ مرید حضرت شاہ محمود
[4] کشف الحقائق۔ قلمی ورق ۸ [5] کشف الحقائق ورق ۷/ الف

ہمایوں کی شکست کے بعد سندھ میں ابتری پھیل جانے کی وجہ سے ہزاروں لوگ اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ شیخ قاسم اپنے برادرِ بزرگ شیخ طاہر محدث کے ہمراہ اپنے وطن سے ہجرت کرکے احمد آباد (گجرات) پہنچے۔

احمد آباد میں قیام

شیخ طاہر محدث کچھ عرصہ کیلئے احمد آباد میں مقیم ہو گئے۔ اُن دنوں صاحب زہد و تقویٰ اور اہلِ علم و فضل۔ محمدؒ غوث گوالیاری قدس سرہٗ احمد آباد میں تشریف فرما تھے۔ دور دور تک ان کی عظمت اور رفعیات کا شہرہ تھا۔

پہلی ملاقات میں شیخ طاہر حضرت موصوف کی زبان سے شراب کا نام سن کر اس قدر ناراض ہوئے کہ دکن کی جانب احمد آباد چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شیشۂ ایشان خوب پاک است چہ نیکو بود شراب
دریں انداختہ شود"[1]

مگر راستہ میں دریا کی طغیانی کے باعث آگے نہ بڑھ سکے اور لوٹنا پڑا۔ لبعد میں قرآن کریم میں خمر کے لفظ کو یاد کرکے دوبارہ حضرت محمدؒ غوث کی خدمت میں پہنچے اور اِن کی صحبتِ کیمیا اثر سے بہرہ یاب ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں مراتب و مقاماتِ عالیہ طے کرکے خلافتِ شطاریہ سے سرفراز ہوئے۔

"بعد ازاں در صحبتِ آن حضرت بندگی شیخ طاہرؒ را طے مقامات و مراتب عالی بدرجہ احسن روے نمود و مرید[2]

---

[1] کشف الحقائق ورق ۸ الف [2] کشف الحقائق ورق ۱۰ ب

حضرت شیخ شدند و بخلافت چہار دہ خانوادہ معزز گشتند"

احمد آباد میں ان کے زمانۂ قیام کا تعین مشکل ہے۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ سنہ ۹۶۹ھ/سنہ ۱۵۶۲ء اور سنہ ۹۶۲ھ/سنہ ۱۵۵۵ء کے دو تین سال بعد یا پیشتر کا درمیانی زمانہ احمد آباد میں گذرا۔

ایلچپور میں سکونت

شیخ طاہر اپنے اعزا اور اقربا کے ساتھ احمد آباد سے ایرچ پور پہنچے۔ یہاں کے حاکم تفاول خاں کی عقیدت اور حسنِ سلوک نے ایلچ پور میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ مدرسۂ عماد شاہیہ میں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور شہر کے عوام و خواص ان سے مستفیض ہونے لگے۔

شیخ عیسیٰ کی پیدائش تعلیم اور تربیت

دوران ہنگام آلبتنی حضرت عیسیٰ کی والدہ نے حضرت سلیمان اور ملا محمد یونس سندھی کو خواب میں دیکھا۔ اس خواب کی تفصیل ان کی زبانی گلزارِ ابرار میں اور ان کی بڑی بہن کی زبانی کشف الحقائق میں مندرج ہے[۵]۔

شیخ طاہر محدث نے اس خوابِ بشارت نقاب کی یہ تعبیر بیان کی کہ خدائے بزرگ ایسا فرزند ارجمند عطا کریگا جس کے دیدارِ پُرانوار سے اہل طلب و ارادت کے قلوب سے ظلمت محو ہو جائیگی اور جس کے نسیم انفاس سے خاص و عام کے غنچہ ہائے امید کو شگفتگی نصیب ہوگی"۔

---

۵ گلزار ابرار قلمی ۲۴۰ / کشف الحقائق ۱۰ ب

"کہ از دیدار پر انوار او ظلمت ہستیٔ اہل ارادت و طلب محو و متلاشی گردد و از نسیم انفاس او غنچۂ امید خاص و عام بہ شگفتن در آید"[۹]

پانچ ذی الحجہ ۹۶۲ھ / ۹۶۳ھ / ۱۵۵۴ء / ۱۵۵۵ء کو شاہ تیسلے ایلچپور میں پیدا ہوئے۔

"روز یکشنبہ پنجم ذی الحج سال نہصد و شصت و دو یا سہ در رخشیمی صورت خانہ نقش رنگ نمودار گرفت"[۱۰]

صاحب کشف الحقایق - فرحیؔ نے پیدائش کی ساعت میمون بھی بیان کی ہے۔

"بعد از آن عنقریب بہ ساعت میمون و طالع ہمایون در آخر شب یکشنبہ بتاریخ پنجم ذی الحجہ سنہ نہصد و شصت و دو یا سہ بود کہ آن آفتاب فلک ولایت از افق ولادت بر ظلمت نشان شب دیجور غفلت طالع و لامع گشتہ"[۱۱]

سوامی کنو[۱۲] کی تقویم ہجری و عیسوی کی رو سے ۵ ذی الحجہ ۹۶۳ھ کو تطبیق ۱۰ اکتوبر سنیچر ۱۵۵۶ء سے ہوتی ہے۔ سنیچر ختم ہونے کے بعد اتوار کی رات شروع ہوئی اور اس کی آخر شب ولادت باسعادت ہوئی۔

۹۔ کشف الحقایق قلمی ۹ ب ۱۰۔ گلزار ابرار قلمی ورق ۱۴۳ ب
۱۱۔ کشف الحقایق ورق ۹ ب

شیخ طاہر محدث نے جو خدائی تمام محترم چیزوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور احتراماً انبیاء اور رسل کے نام پر اپنے لڑکوں کا نام رکھنا پسند کرتے تھے۔ اپنے بزرگ چچا مسیحا کے نام پر ان کا نام عیسےٰ رکھا۔ مگر شیخ قاسم برادرِ بزرگ کا پاس و ادب کرتے ہوئے، اس خواب کی رعایت سے، خاموشی سے سلیمان کہتے رہے۔

تعلیم و تربیت شاہ عیسےٰ کا خاندان علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ اس دینی اور روحانی حیثیت سے ممتاز خاندان کے دامن میں انہوں نے تربیت پائی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے والدِ بزرگوار کے زیرِ عاطفت ہوئی۔ نو سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کر لیا۔ پھر تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ کی تعلیم اپنے عم محترم شیخ طاہر محدث سے حاصل کی۔

حضرت شیخ قاسم کا انتقال پانچ محرم سنہ ۹۸۱ھ / مطابق پنجشنبہ ۷ مئی سنہ ۱۵۷۳ء کو شیخ قاسم کا ایلچپور میں انتقال ہو گیا۔

"در پنجم ماہِ محرم سنہ نہصد و ہشتاد و یک پدرِ حضرت قبلہ گاہی بحکم "اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ولا یستقدمون" از عالم صورت بہ عالم معنی رحلت نمود و در جوار حق آرام گرفتند کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔"

پس قبر منیر الشان در شہر ایلچ پور مذکور ساختند۔ [12]

۱۲۔ کشف الحقائق ورق ۸ ب

برہان پور میں آمد و سکونت

حضرت شیخ قاسم کے انتقال کے بعد ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں شیخ طاہر محدث اپنے اعزا اور اقرباء کے ساتھ ایلچپور سے برہان پور آ گئے اور شہر کے شمالی حصہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ حصہ سندھی علماء اور فضلاء کی سکونت گزینی کے باعث "محلہ سندھیان" کہلانے لگا۔ اب سندھی پورہ کہلاتا ہے۔

یہاں آنے کے بعد شیخ عیسےٰ حضرت یوسف[13] بنگالی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور پانچ سال کے قلیل عرصہ میں میسحا نام[14] کی برکت سے جملہ علوم متداولہ میں مہارت حاصل کر لی۔

مسیح القلوب نے چند علوم متداولہ شیخ مبارک سندھی[15] سے بھی جو ان دنوں برہان پور میں مقیم تھے حاصل کئے۔

شیخ طیب[16] سندھی کی خدمت میں فقہ اور اصولِ کلام کا درس حاصل کیا۔

۱۳۔ حالات ۔ یوسف بنگالی ۔ اذکار ابرار ص ۳۵۸ / گلزار ابرار قلمی ص ۲۳۷ ب

۱۴۔ میسحا ۔ حضرت میسحا کو صاحب گلزار ابرار نے اِن الفاظ میں یاد کیا ہے :-

"بہ فضائل و کمالاتِ دو جہانی آراستہ و بہ حفظ و قرآتِ قرآنی نامور و بہ سخا گری و مروت داری شہرۂ روزگار بود" (ورق ۲۸۱ ب)

کشف الحقائق میں اُن کا ذکر اِن الفاظ میں ہے :-

"حضرت میسحا ...... در اکثر فضائل و کمالات خصوصاً در حفظ قرآن و قرآۃ و سخاوت و شجاعت نظیرے نداشتند" ورق ۱۰ الف

۱۵۔ شیخ مبارک ۔ حالات ۔ اذکار ابرار ص ۳۱۶

۱۶۔ طیب سندھی ۔ گلزار ابرار ورق ۲۴۹ / اذکار ابرار ص ۸ — ۲۷۷

طیب سندھی کی دو ذہنی تخلیقات — "شرح رسالہ غوثیہ" اور "حاشیہ مشکوۃ حدیث" اب ناپید ہیں۔

تجوید قرآنی میں شیخ ابراہیم قادری ؒ عطاری کے شاگرد ہیں۔
تحصیل علوم میں حضرت موصوف کی ثابت قدمی ایک ہم مکتب کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔
شیخ تاج العاشقین پورِ عبداللہ سندھی نے محمد غوثی۔ صاحب گلزارِ ابرار سے کہا کہ :۔

میں ایام طفلی میں مسیح زمان کا ہم مکتب اور آغوشِ ہوش میں علوم عربی زبان کی تحصیل کے اندر ان کا شریک تھا۔ عین شباب میں ایک آنکھ کی مردم فریب نگاہ نے میرا قدم راستہ سے ڈگا دیا اور مسیح زماں کی ثابت قدمی گوناگوں علوم کے دروازوں کی کنجی ہوئی "[18]

مختصر یہ کہ ان بزرگوں کے فیض صحبت نے ان کا دامن دولتِ علم سے مالامال کر دیا۔ علم ہی کے ذریعہ ایک سالک مراتب اور درجات کے حصول کے قابل ہوتا ہے۔

برہان پور میں حضرت یوسف بنگالی اور دیگر علماء و فضلاء کی خدمت میں علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں طلبِ حق کا جذبہ موجزن ہوا۔ اور مرشدِ کامل کی تلاش میں برہان پور سے اکبرآباد کی سمت روانہ ہوئے۔

" در نہصد و ہشتاد و پنجم دریافت رہنمائے پیرکہ

---

۱۷ شیخ ابراہیم قادری گلزار ابرار۔ ورق ۲۳۸ الف / اذکارِ ابرار ص ۳۵۹
۱۸ اذکار ابرار ص ۵۶۷

بہ فروغ آبادِ شناسائی رساند۔ شورشِ جہاں پیمائی از
عزیمت کوہِ دل پا بیرون کشید[19]

صاحبِ کشف الحقائق۔ محمد اسماعیل فرحی سے" طلبِ حق اور
پیراکسِ تاثیر" کی تلاش کا حال حضرت موصوف کی زبانی سنیے:۔

"می فرمودند۔ کہ چوں طلبِ حق در باطنِ من قرار گرفت
بہ غایت بے قراری روے نمود۔ پس خواستم کہ قدم سعی
در راہ سلوک و مجاہدہ نہم۔ باز بخاطرم رسید کہ این
بادیۂ خون آشام و بیابان پُر درد۔ ودام بے دلیل راہ
وہادی آگاہ چگونہ قطع توان نمود۔

ہادی جو کہ درین بادیۂ خون آشام
رہ بمنزل نہ برد ہیچ کسے بے رہبر[20]

رہبر خضر آسا کی تلاش میں تمام اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر اکبر آباد
کی سمت روانہ ہوئے اور کھرالہ[21] پہنچے۔ راستہ میں کھرالہ کے ایک شناسا
کے یہاں ضیافت کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ نفس کی یہ سرکشی گم کردگی
راہ کا سبب بن گئی۔ کافی پریشانی اور سرگردانی کے بعد ایک ویران
گاؤں نظر آیا۔

فرحی نے نہایت بلیغ انداز میں اس کی تصویر کھینچی ہے
" دیہے ویرانہ شکل کہ تماشائے او چوں دلِ غریباں

---

[19] گلزار ابرار قلمی ورق ۱۴۱ [20] کشف الحقائق ورق ۱۰ ب
[21] کھرالہ۔ برہان پور سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

در ہم شکستہ و دیوار ہائے آن چوں محنت عاشقاں
برہم نشستہ[۲۲]

گاؤں کے لوگوں نے حسب المقدور خاطر مدارات کی۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے۔ کئی روز کا سفر طے کرنے کے بعد اجین پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالکریم بن شیخ راجی محمد عینی قادری کی خانقاہ میں قیام کیا۔ مقامی علماء اور فضلاء نے چاہا کہ ان کا تعارف ان امراء اور رؤساء سے کرا دیں جو کسی مہم کے باعث شہر کے باہر مقیم تھے۔ ان کے استغناء نے یہ گوارا نہ کیا۔ اور دوسرے ہی دن وہاں سے روانہ ہو گئے[۲۳]

اجین سے روانہ ہو کر سارنگ پور پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالملک شطاری (خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی) کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ موصوف کمال محبت اور مہربانی سے پیش آئے۔

شیخ عبدالملک سے مرخص ہو کر گوالیار پہنچے۔ پہلے مجذوب الٰہی حضرت سید کبود حسینی کے مزار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ پہلے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ کے روضہ کی آستاں بوسی کی سعادت حاصل کیجائے۔ لہذا حضرت غوث کے مزار پر حاضری کے بعد سید کبود حسینی اور دیگر بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔[۲۴]

۲۲۔ کشف الحقائق ورق ۲۲ ب

۲۳۔ کشف الحقائق ورق ۱۲ / گلزار ابرار ورق ۴۱ / اذکار ابرار ص ۵۱۱

۲۴۔ اذکار ابرار ص ۵۱۱۔

گوالیار سے قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت میں آگرہ پہنچے
انہوں نے شیخ طاہر محدث کا حال دریافت کیا۔ اس کے بعد ملاّ ابوبکر
عطاء اللہ اور حکیم اسحاق سے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ متعارف
کرایا۔ قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں تحصیل علم میں معروف ہوگئے
اور ایک پرانے مکان میں چند فقیروں کے ساتھ زندگی گذارنے لگے۔
شاہ عیسیٰ نے روحانی کسب کمال کے لیئے اکبرآباد۔ اجین۔ سارنگپور
اور گوالیار وغیرہ مقامات کا جو سفر کیا اور وہاں کے اولیائے کرام کی
روح پرور صحبتوں سے مستفیض ہوئے؟ اس کی تفصیل فرحی نے کشف
الحقائق میں بیان کی ہے۔

شاہ موصوف کے ذوق وشوق اور ان بزرگوں کے فیض نے
انھیں مجمع البحرین بنا دیا۔ مگر کہیں تشنگی نہ بجھی[۲۵]

جب ملا حکیم عثمانی سندھی الصدیقی برہان پور تشریف لائے تو
شیخ طاہر محدث نے ان کو ایک مکتوب لکھ کر بھیجا کہ " ایک عالم
متبحر" جیسا تم چاہتے تھے، آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جلد واپس آجاؤ[۲۶]
اس خط کے ملتے ہی وہ آگرے سے روانہ ہوکر برہان پور پہنچے
یہاں آکر سب سے پہلے اپنی والدۂ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اور پھر ملا عثمانی سندھی سے ملاقات کی۔ ان کی خدمت میں علم قراۃ
حاصل کیا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ میں تھوڑے عرصہ میں کامل ہوگئے مگر
جس راہبر کی تلاش تھی وہ نہ ملا[۲۷]

عشقت خوش سری ست کہ اندر سر بدر شود — حیرت نہ عارضیت کہ جائے دگر شود

---

۲۵ اذکار ابرار ص ۹۰ ؛ کشف الحقائق ورق ۱۱ ب ۲۶ ۲۷ کشف الحقائق قلمی ورق ۱۲ الف (ترجمہ)

ارادت و بیعت فرخیؔ نے حضرت شیخ لشکر محمد عارف باللہ قدس سرہٗ سے ان کی بیعت و ارادت کا حال ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"دریں ایام در چہار سو بر سر دوکانے نشستہ بودم کہ پیشوائے ارباب طریقت و مقتدائے اصحاب حقیقت واقف اسرار معارف حضرت بندگی شیخ لشکر محمد عارف ازاں طرف بخانہ حضرت شیخ ولی محمد کہ تغائی حضرت ایشان بود می رفتند چون نظر حضرت ایشان برمن افتاد از خدامے پرسیدند کہ ایں جوان کیست؟ شخصے گفت کہ این جوان برادر زادۂ بندگی حضرت شیخ طاہر محدث است[۲۸]"

"چوں این شنیدند عنان اسپ گرفتہ بجانب من دیدند فرمودند کہ شما خود از آن ما آئید۔ چرا پیش مانمی آئید؟ این گفتہ راہے شدند[۲۸]"

اس واقعہ کے دو تین روز بعد حضرت شیخ محمد عارفؒ کی خدمت میں پہنچے۔ چند صحبتوں میں ارادت و عقیدت مضبوط ہو گئی آخر کار بیعت سے مشرف ہو کر سعادت ازلی اور دولت سرمدی[۲۹] سے فیض یاب ہوئے اور حضرت شیخ کو اپنا پیر طریقت قبول کر لیا۔

---

۲۷ ۔ ۲۸ ۔ کشف الحقائق ورق ۱۴ ب

۲۷ ۔ صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ ہو۔ ۲۹ ۔ "نہال اعتقاد در چمن دل نشوونما گرفت"

کہ ہادی و رہنما کے بغیر سلوک کی پُرخطر وادی سے گذرنا سخت مشکل ہے۔

حضرت شیخ لشکر محمد عارف نے آپ کو مرید کرنے کے بعد ذکر نفی و اثبات کی تلقین کی اور یہ نصیحتیں فرمائیں[۳۱]

۱- مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے دل کو ذکر نفی و اثبات کی تلقین میں مصروف رکھے۔ پیر پر اعتراض کا خطرہ مرید کے لیے زہر قاتل ہے۔ اور اس کی بے حوصلگی کی دلیل ہے ؎

چوں گرفتی پیر ہاں تسلیم شو ٭ ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

۲- مُرید کو لازم ہے کہ توبۂ نصوح اختیار کرے۔

۳- پیر کی اجازت کے بغیر دوسرا مشرب اختیار نہ کرے۔

۴- احباب کی موافقت کرے۔

۵- ایثار کرے۔

حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے بعد وہ پیر کی خدمت اور صحبت[۳۲] میں رہنے لگے۔ منازلِ سلوک کے طے کرنے میں زبردست مجاہدے کئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں "مکاشفات اور تصرفاتِ عالی" رونما ہوئے۔

فرحی نے لکھا ہے کہ۔ اگر کوئی ان کو قلندر نہ کرتا تو وہ لوگوں کی یاد سے[۳۳]

---

۳۰ ملا شیخ عثمان سندھی — حالات اذکار ابرار ص۵۱۱ متداولہ علوم حکمیہ و فنون کے اُستاد تھے حاشیہ تفسیر قاضی بیضاوی اور شرح بخاری — تصانیف — ناپید ہیں۔

۳۱ کشف الحقائق ورق ۱۴ ب

۳۲ کشف الحقائق ورق ۱۴ الف ۳۳ کشف الحقائق ورق ۱۴ ب

محو ہو جاتے۔

منازلِ سلوک طے کرنے میں جو عجیب و غریب واقعات حضرت شاہ عیسیٰ کو پیش آئے۔ ان کی تفصیل فرحی نے کشف الحقائق[۳۴] میں لکھی ہے۔

حضرت لشکر محمد عارف کے حکم سے چلہ میں بیٹھے۔ اوّل اربعین میں تجلی ذاتی ان کے دل پر تمام غلبہ کے ساتھ واقع ہوئی اور ہر بن مو سے اس قدر لذت نصیب ہوئی کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اس سے زیادہ لذیذ نہ تھی۔ یہ تجلی کلیدِ فتحِ باب تھی۔

دوسرے اربعین میں ان کا باطن گوناگون تجلیات سے منور ہو گیا یہی فیضِ حقیقی اور تعرفِ تحقیقی ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر ہے[۳۵]

"در انجام همان چلّہ تخم توحید برزمینِ دل پاشیدہ بہ بہاد
دیگر اربعین گلستان ساختند۔ اکنون از همان گلشن
دامن دامنِ گل در جیبِ تصنیف و در آستین تلقین
بیاد دوستانِ حال و استقبال ذخیرہ می سازم"[۳۶]

شیخ داود اللہ شطاری کے ذکر میں ملّا محمد غوثی نے لکھا ہے کہ[۳۷] حضرت مسیح الاولیاء نے بیان کیا تھا کہ وہ حضرت شیخ محمد لشکر عارف کے ہمراہ جامو گئے تھے۔ وہاں شیخ موصوف شطاری سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔

فرحی نے کشف الحقائق[۳۸] میں حضرت موصوف کے چوپڑہ جانے کا ذکر کیا ہے۔

۳۴۔ کشف الحقائق باب چہارم ۳۵۔ کشف الحقائق ورق ۴۰ ب

۳۶۔ گلزار ابرار قلمی ورق ۳۴۲ الف / اذکار ابرار ص ۵۱۲

۳۷۔ اذکار ابرار ص ۳۸۶ ۳۸۔ کشف الحقائق قلمی ورق ۱۱۲ ب

حضرت مسیح الاولیاء کی تمام زندگی مجاہدۂ نفس، ریاضت وعبادت درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں گذری۔

خلافت فیض معنوی اور باطنی میں کامل استفادہ کے بعد مرشدِ کامل نے ان کو خلافتِ شطاریہ اور چودہ خانوادوں کی اجازت اور خلافت عطا کی۔ ان کا سلسلہ شطاری تھا۔

اپنے مرشد حضرت شاہ لشکر محمدؒ عارف قدس سرہٗ سے بے حد عقیدت اور محبت کی بنا پر انھوں نے اپنا لقب "جند اللہ" اختیار کر لیا تھا۔

خاتم الولایت کا درجہ عاقل خاں رازی نے حضرت شیخ برہان الدین راز الٰہی سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح الاولیاء کو "حضرت رسالت پناہؐ" نے خواب میں حق جل وعلیٰ کی عنایت سے خاتم الولایت کا درجہ عطا ہونے کی بشارت دی بعدہٗ حضرت راز الٰہیؒ نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ وہ اپنے زمانہ کے خاتم الولایت تھے۔[۳۹]

"چوں خاتم الولایت یکے بیش نیست وقبل ازیں
نیز بعضے اہل اشارت بہ خصوصیت ایں مقام یافتہ
اند۔ پس می تواند بود کہ درہر عصر خاتم الولایت عصرے
خود باشد وبسبب اعانت وہدایت اہل آں عصر
را از حق رحمتے وعنایتے باشد"[۴۰]

کشف الحقائق میں اس روایت کو تھوڑے فرق کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے:۔

---

۳۹ ثمرات الحیات ورق   ۴۰ ثمرات الحیات (قلمی)

"می فرمودند کہ وقتے در شب بخواب دیدم کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بغایت شفقت و مہربانی ہر دو دست مبارک برسینہ من نہادہ فرمودند کہ "انت خاتم الولایت المحمدیہ"[۲۱]

اس خواب کی حضرت عیسیٰ نے یہ تعبیر بیان کی کہ اس سے قبل بھی بعض اہل بشارت نے اس مقام کی خصوصیت کی بشارت پائی ہے۔ یعنی حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور دیگر اکابر مشائخین نے بھی اپنے آپ کو "خاتم الولایت" کہا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں اپنے وقت کا خاتم الولایت رہا ہو۔

حق جل وعلیٰ اولیائے کرام میں سے کسی ایک کو اس مرتبہ سے مخصوص کرتا ہے اور تمام اولیاء اس سے فیض حاصل کرتے اور مستفید ہوتے ہیں۔ اس کو خاتم الولایت کہتے ہیں۔ یہ مقام بارھویں امام حضرت مہدی علیہ السلام کا ہے۔

"حق جل وعلا یکے از اولیاء بمرتبۂ مخصوص می کند کہ جمیع اولیاء از وے فیض اخذ می کنند و مستفیض می شوند۔ او را خاتم الولایت می گویند و این مقام امام دوازدھم۔ مہدی صاحب الزماں است"[۲۲]

اپنی آخری تصنیف — کنز الوحدۃ — میں شیخ محمد غوث قدس سرہ[۲۳] گوالیاری نے توحید کشفی اور ایمان حقیقی کی تفصیل و توضیح کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان کے عہد میں مسیح الاولیاء کو معرفت توحید اور عرفان کا

---

۲۱ کشف الحقائق ورق ۸ ب ۲۲ ثمرات الحیات ورق ۷۷ الف

۲۳ غوث گوالیاری — اذکار ابرار ص ۲۰۷ — ۲۹۰

خاص مقام حاصل ہے۔ یہ جامع مقام جس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ شخص ہر ایک قرن میں تمام روئے زمین پر ایک ہی ہوتا ہے[۱۴]

فاعلم ان صاحب هذه المنزلة الجامعة كان في كل قرن على بسيط الارض واحدا ففي القرون التي مضت عنا كان سلطان المحققين وبرهان العارفين الشيخ محمد المخاطب بالغوث العطاري نسبا والشطاري مشربا قدس الله اسرارهم ثم كان رئيس المحدثين الشيخ محمد ابن ابي الحسن البكري الشافعي المصري قدس الله روحهما و افاض علينا بركات انفاسهما۔ وفي القرن الذي كنا فيه هو عين الزمان مسيح العاشقين الشيخ عيسى ابن قاسم امد الله ظلال ارشاده على رؤس المشتاقين في جمال هذه الولاية المذكورة والى صاحبها عليه التحية والسلام وعلى تابعيه بالكشف في ادراك عالم الجمع والفرق على حكم الفرقان المجيد المحفوظ المحيط بماله وعليه[۱۵]

تلخیص ترجمہ:— یہ جامع مقام ہر قرن میں دنیا میں صرف ایک آدمی کو حاصل ہوتا ہے۔ شیخ محمد غوث شطاری اور شیخ محمد

---

[۱۴] اذکار ابرار ص ۱۳۰ [۱۵] اذکار ابرار ص ۳۰۲ — ۳۰۱ گلزار ابرار قلمی ورقا۔

ابن ابوالحسن بکری کے بعد شیخ عیسیٰ ابن قاسم جامع مقام ہیں
اللہ ان کی ہدایت کا سایہ ان اصحاب کے سروں پر قائم رکھے
جو ولایت جامع اور صاحب ولایت جامع حضور رسالت آپ
کے جمال کے مشتاق ہیں۔ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ اور ان
تمام صاحبانِ پر سلام الٰہی نازل ہو جنہوں نے قرآن کے حکم کے
مطابق عالم جمع اور عالم فرق کے ادراک میں کشف کے ذریعہ
سے حضور سرور کائنات کا اتباع کیا ہے۔

پیشین گوئی ایک مرتبہ وہ اپنے مرشد کے حکم سے چلہ میں بیٹھے اور
اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ان کو بتلایا کہ

ابتداء میں یہ معاملہ نظر آیا کہ کیلے کا درخت پھلوں سے بھرا ہوا ہے اور
وہ اس میں سے پھل توڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سورج کو
ڈوبتے ہوئے دیکھا اور ایک نوجوان مغل تیر و کمان ہاتھ میں لیئے ہوئے
سورج کی طرف پشت کئے کھڑا ہے۔

انھوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ پھلوں سے دامن
بھرنے سے مراد فائدہ ہونا ہے۔ ہاتھ میں تیر و کمان لئے مغل نوجوان سے
یہ اشارہ ہے۔ اس خطۂ ملک پر حملہ ہوگا اور یہاں کے بادشاہ کو شکست
دے کر اس ملک پر دوسرا بادشاہ قابض ہو جائیگا۔

یہ پیشن گوئی سقوط اسیر کے بعد فاروقی سلطنت کے زوال
اور اختتام کا اشارہ تھی۔

اکبر کا اسیر پر حملہ

شہنشاہ اکبر نے ۱۰۰۸ھ میں قلعہ اسیر[۴۶] پر حملہ کیا تو آخری فاروقی فرمانروائے خاندیس۔ بہادر خاں نے دارالخلافہ برہان پور۔ چھوڑ کر قلعہ اسیر میں پناہ لی اور برکت کے لیے حضرت مسیح الاولیاء کو اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس سنگین قلعہ میں رسد کا کافی سامان جمع تھا۔ اس لئے محاصرہ نے طول کھینچا۔ اکبر کو بتلایا گیا کہ صاحب دعوت حضرت مسیح الاولیاء قلعہ میں موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں قلعہ کی تسخیر ناممکن ہے۔ اکبر ان سے بدظن ہو گیا۔

گیارہ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد جب ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۱ء میں قلعہ فتح ہوا۔ تو دوسرے محصورین کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بھی قید کر لیا۔ ان اسراء میں کئی بزرگ تھے۔ حضرت کے ہم سبق تاج العاشقین محمد ابن عبداللہ بھی تھے[۴۷]۔

اکبر نے حضرت موصوف مسیح الاولیاء کو ایک درباری امیر کے سپرد کر دیا۔ وہ ان سے واقف نہ تھا۔ اس نے ان کو گھوڑوں کے اصطبل میں رکھا۔ نگران کے حالات اور تصرفات سے واقف ہونے کے بعد جلد ہی ان کا معتقد ہو گیا اور ان کو رہا کر دیا۔

اس قید قید و بند اور رہائی کی تفصیل عاقل خاں رازی کی زبانی سنیئے۔

”در زمانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ارادہ تسخیر خطۂ

---

[۴۶] قلعہ اسیر ملاحظہ کیجئے — ARCHAELOGICAL REMAINS OF BURHANPUR BY S. FARID

[۴۷] اذکار ابرار ص ۶۷۵

خاندیس نمود۔ بہادر خاں امیر خطۂ مذکور را استعدادِ مقابلہ
و مقاتلہ نداشت۔ مصلحت در تحصن دید۔ خود را با توابع
از شہر برہان پور بہ قلعۂ اسیر کشید۔
شیخ را نیز بہ نیت تبرک و تیمن تکلیف نقل و تحویل
از شہر بہ قلعہ نمود۔
فرمودند کہ فقیر را با دشمن و دوست صلح کل است و مقام
تسلیم حصن حصین۔ شہر و قلعہ یکساں است و آشنا و بیگانہ تواں
مکلف قبول ناکردہ بہ بہانہ آنکہ لشکر مغول در نہب و
غارت امتیاز نیک و بد نمی کنند۔ مبادا مخدوم زادگان را
از دستِ بردِ حوادث آسیبے رسد۔
خواہ ناخواہ با عیال و اطفال آنحضرت را بہ قلعۂ مذکور برد۔
چوں محاصرۂ حصار مدتے کشید۔ بعضے معاندان بعرض
اکبر بادشاہ رسانیدند کہ شیخ عیسیٰ صاحبِ دعوت است
در قلعہ بہ نیت تحصن متحصنین دعوت میکند بنا بر آں
فتح صورت نمی گیرد۔ ازیں معنی مزاج بادشاہ غائبانہ
نسبتِ ایشاں متغیر شدہ بود۔ بعد ازاں کہ قلعہ مذکور
مفتوح گشت، از پیشگاہِ سلطنت باحضار آنحضرت
حکم شد۔ بعد از حضور منتظر بعد اشارت رفت و حراست
بعہدہ یکے از امراء مقرر گشت۔
متعہد رافضی مذہب بود۔ حضرت را در پائیگاہ اسپاں

نگاہِ داشت وموکل و نگاہبان گماشت۔

بمرورِ چند روز از تصرفِ حال وقالِ آنحضرت حارسان وسائیسان بعضے مرید اکثر معتقد گشتند و بطریقِ خدام لازم آں قبلۂ مرام می بودند۔

چوں مجتہد ازیں حال آگاہ گشت۔ حضرت شیخ را در خلوت نزدِ خود خواند و از اختلافِ مذاہب بمقتضائے علم و اعتقادِ خویش سخنے راند۔ بعد از مباحثہ و معارضہ والزامِ حجت ہمیں ارشادِ آنحضرت اطاعت و انقیاد نمود۔ از انعقادِ اعتقاداتِ خود گذشتہ معتقد عقائدِ اہلِ سنت والجماعت گشت۔

بادشاہ آنحضرت را ثانی الحال حوالۂ نتیجۃ الاولیاء شیخ بدھن ولد شیخ محمد غوث قدس سرہ کہ در زمرۂ امراء بود نمودہ۔ تا اکبرآباد ہمراہ بردہ بعد از آنکہ بر حقیقتِ جامعیتِ ایشاں فی الجملہ اطلاع شد حقیقتِ ایشاں متحقق گشت۔ حکم بخلاصی فرمودہ در بودنِ حضور و رفتن برہان پور مختار ساخت۔[۱]

رہائی کے بعد حضرت ایک اونٹ کرایہ پر لے کر گوالیار ہوتے ہوئے برہان پور پہنچے۔

۱۔ مکرم ثمرات الحیات قلمی ورق ۴۳ الف/ب — ۴۴ الف

عبادت وریاضت

شاہ عیسیٰ نے فیضِ باطنی کے حصول کے بعد زندگی عبادت وریاضت۔ درس وتدریس اور طالبانِ حق کی رشد وہدایت اور تہذیب وتربیت میں بسر کرنا شروع کی۔ حضرتِ عیسیٰ زاہد مرتاض تھے۔ اپنا تمام وقت طلبِ رضائے حق اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ دل کو جزا کے خیال سے پاک کرکے عبادت میں مصروف ہوجاتے تھے۔

غیر معمولی عقل ودانش کے ساتھ زہد وتقویٰ' عبادت وریاضت حلم وعلم کا اجتماع جس شخصیت میں ہے۔ عبادت کے متعلق اس کا مسلک ملاحظہ فرمایئے:۔

"من جزائے ہیچ عمل خود نہ گیرم بجہت آنکہ معلوم است کہ اعمالِ من چہ خواہد کرد۔ کہ جزاء بروئے مرتب می گردد پس بہتر آنست کہ لوحِ دل از خیالِ اعمالِ خود پاک شستہ مخلصانہ امید بفضل واحسانِ او داشتہ شود[۴۸]"

اپنے اعمال اور عبادات میں سخت پابند تھے۔ فجر کی نماز کے بعد حجرۂ عبادت سے نکل کر مسندِ علم پر بیٹھتے اور درس شروع کردیتے تھے۔

حضرت کا روزمرہ یہ تھا کہ عصر کے بعد مغرب تک مریدوں اور طالب علموں کے ساتھ قرآنِ پاک کا ایک ایک رکوع تلاوت کرتے تھے[۵۰]۔

---

[۴۸] کشف الحقائق ورق ۱۰۶   [۴۹] کشف الحقائق ۱۰۲ الف

[۵۰] کشف الحقائق ۱۲۹ الف

"روز مرۂ حضرتِ ایشان چنین بود کہ مریدان و طالبان را
یاران می گفتند و ہر روز بعد نمازِ عصر فقراء و طلباء پیشِ حضرتِ
ایشان می نشینند و بعضے از ینہا و نیز آں حضرت حافظِ قرآن
بودند پس یک دو رکوع حضرت مسیح الاولیاء و یک یک رکوع
آں جماعت تا بوقتِ مغرب می خواندند"

حضرت شاہ عیسٰی جند اللہ کا تلاوتِ قرآنِ پاک ہمیشہ کا معمول
تھا۔ رمضان میں قرآن کا ورد بڑھ جاتا تھا اور جتنی بار قرآن پاک
تلاوت کرتے جدید معنی منکشف ہوتے جاتے تھے۔

ان کا قول تھا کہ "صوفی آں است کہ ہر بار کہ قرآن
بخواند معنی جدید در دلش وارد گردد"[۱]

رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کے تین ختم کرتے تھے۔ ۲۳،
۲۵، ۲۷ ویں ایک ختم کرتے تھے اور دو راتوں کے درمیان اعتکاف
کرتے تھے۔

طریقہ درس شاہ عیسٰی کا خاندان علم و فضل کا گہوارہ اور
مذہبی اور روحانی حیثیت سے ممتاز تھا۔ یہ
دولت گراں بہا ان کے حصے میں بھی آئی۔ ان کی شخصیت جامع العلوم
تھی۔ تفسیر، فقہ، حدیث اور جملہ مذہبی علوم میں کافی دستگاہ کے
مالک تھے۔ ان کا حلقۂ درس وسیع تھا۔ اس میں تفسیر، حدیث، فقہ،
فرائض، ادب و انشاء، شعر و شاعری اور جملہ علوم و فنون کا درس

---

[۱] کشف الحقائق ورق ۱۱۰

دیا جاتا تھا۔

علم و فضل کے اس بحرِ بیکراں سے صدہا طالبانِ علم سیراب ہوئے وہ علم کا ایسا سرچشمہ تھے جس کی اس عہد کے خاص و عام کو سخت احتیاج تھی۔ علم و فن کا ذخیرہ انھوں نے اپنی ذات تک محدود نہ رکھا۔ اس کو دوسروں تک بھی پہنچایا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے دو مدرسے تھے۔ ایک مدرسہ خورد دوسرا مدرسہ کلاں۔ مدرسۂ کلاں کی تعمیر کے متعلق فرحی نے لکھا ہے۔ تمام درویش اس کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے۔ اس وقت نعمت اللہ لاہوری بھی شریکِ درس تھے[۵۱]

فجر کی نماز کے بعد خانقاہ میں آجاتے تھے اور مریدوں اور طالب علموں کو حدیث۔ فقہ اور تفسیر کا درس دیتے تھے ان کا طریقۂ درس نہایت موثر اور دل نشین تھا۔ علمی نکات بڑی گہرائی سے بیان کرتے تھے۔ تمثیلی انداز میں اشارات کی تفہیم سرِ دلبراں کو دلکش اور لطیف بنا دیتی تھی۔

فرحی نے مرشد کی رہنمائی اور فنا فی المرشد کے ذکر کے ذیل میں حضرت موصوف کی زبانی صیاد و مرغابی گیری کی دلچسپ تمثیل بیان کی ہے۔ اور روئی میں آگ پیدا کرنے کی کیفیت کا ذکر کیا ہے۔

عارفِ مبتدی۔ متوسط اور منتہی کی مثال میں بتلایا ہے کہ گرمی میں جس طرح طلوعِ آفتاب کے وقت صاف آئینہ دھوپ میں

---

۵۱ کشف الحقائق ورق ۲ ب

دیکھیں تو اس میں آفتاب اور آئینہ دونوں نظر آتے ہیں۔ یہ مثال عارف
مبتدی کی ہے۔

"در ہنگام تابستان بعد از طلوع آفتاب آئینہ صاف را
در تقابلِ آفتاب بدارند ہم آئینہ ہم آفتاب در آئینہ
نمودار می شود۔
این مثالِ حالِ عارف مبتدی است" [۵۳]

چوں نیم روزی گردد بواسطۂ غایت استیلاءِ شعاع
آفتاب ہمہ آفتاب در نظر می آید۔ و آئینہ اصلاً مرئی
نشود ایں مثال حالِ عارفِ متوسط است کہ او را
نیز موحد می نامند

نیم روز کے بعد تا غروب آئینہ اور آفتاب دونوں نظر آتے
ہیں یہ مثال عارف منتہی کی ہے۔

و بعد از نیم روز عند الغروب ہم آئینہ ہم آفتاب در
آئینہ می نماید۔ چنانچہ در وقت اوّل می نمود ایں مثال
حالِ عارف منتہی است" [۵۴]

مرشد کی رہنمائی کے بغیر منزل رسی مشکل ہے۔

"اگر پنبہ را در پنبہ زار تا مدتِ مدید بے حجاب روبروئے
آفتاب دارند۔ ہرگز از تاب آفتاب آتش در وی نمی
گردد اگر آں پنبہ را یک ساعت در پس آئینہ روشن

۵۳۔ کشف الحقائق ورق ۴۰ الف ۵۴۔ کشف الحقائق ورق ۳۰ ب

یا آبگینۂ صاف بہ نہند۔ فی الحال آتشِ درآن افتادہ آنرا بسوزد۔

پس مرشد را ہم چو آئینہ روشن باید دانست کہ بے واسطۂ او آتشِ جذب الٰہی دریافتن دانہ و پنبۂ ہستیٔ خود سوختن از جملہ نوادر است کہ آں را النادر کالمعدوم گفتہ اند"[۵۵]

مرشد صیّاد مرغابی گیر کے مانند ہے :—

"حالت اند بحالتِ صیّاد مرغابی گیر ماند۔

صیّاد مرغابی گیر یک مرغابی را از آلائشِ اندرون پاک ساختہ خشک کردہ بر سرِ خود می نہد و درمیانِ آب بہ جمع مرغابیاں درمی آید۔ آنہا می دانند کہ ایں نیز مرغابی است ہم چو ما و آہستہ آہستہ یکاں یکاں را بدستِ راست گرفتہ و بدستِ چپ کردہ در زنبیلے کہ عقبِ پشت دارد۔ درآں می نہد۔

ہم چنین حق سبحانہ و تعالیٰ مرشد را از ہستیٔ او پاک کردہ خود درو فاعل و متحرک بودہ در جمعے از خلق برائے دعوت و ہدایت می گردد و خلق می داند کہ ایں ہم چو ما شخصے است از اشخاص و بکارِ خود مشغول باشد یعنی یکاں یکاں را[۵۶] بدستِ تصرّف گرفتہ

---

[۵۵] کشف الحقائق ص ورق [۵۶] کشف الحقائق ورق ۳۸ ب/ ۳۹ الف

واز خود ربودہ در جماعت اہل
شہود جمع سازد۔

کبھی کبھی رشد و ہدایت کے دوران میں اشارتاً کوئی ایسا واقعہ بیان کر دیتے تھے کہ اہل مجلس یہ اندازہ نہ لگا سکتے تھے کہ کس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

آیات اور احادیث کی تشریح بھی مناسب تمثیل کے ذریعہ بیان کر دیتے تھے تاکہ مطالب کی تفہیم میں سہولت ہو جائے۔

مسئلہ کے ہر پہلو پر دلائل و براہین کے ساتھ روشنی ڈالتے کوئی پہلو تشنۂ بحث نہ رہتا۔ متعلقہ عبارت اور فقرات سناتے اور طالبان علم کے مزید اطمینان کی خاطر اکثر اپنے کتب خانہ سے کتابیں طلب کرتے اور حوالہ کی عبارت پڑھ کر سنا دیتے تھے۔×

بعض مقامات کی تشریح میں جدت سے کام لیتے تھے۔

شاہ موصوف کے زہد و تقویٰ اور تبحر علمی کا دور دور تک شہرہ تھا۔ دور دراز سے طلبا اکتساب فیضِ باطنی اور تحصیل علوم کی خاطر یہاں آتے تھے۔

فرحی[57] نے کشف الحقائق میں کابل سے شیخ محمد صدیق[58] اور سراندیپ سے حکیم شیخ حاجی کی آمد اور عین المعانی کے درس کا تذکرہ کیا ہے۔ نعمت اللہ لاہوری بھی خاص تلامذہ میں سے تھے[59]

---

۵۷ کشف الحقائق قلمی ۳۹ ب ۵۸ کشف الحقائق قلمی ۱۲۴ ب

۵۹ کشف الحقائق قلمی ۱۲۴ ب

ان کی نفسیاتی بصیرت سالک کی قلبی کیفیت اور طلبار کے طبعی رجحان کا صحیح اندازہ لگالیتی تھی۔ جو لوگ ان کے حلقۂ درس میں تھے۔ ان کا تذکرہ کشف الحقائق میں مرقوم ہے۔ چونکہ ان کی ذہنی تخلیقات نہیں ہیں۔ اسلیئے ان کا تذکرہ نظرانداز کیا جارہا ہے۔

مُرید کرنے کا طریقہ حضرت مسیح الاولیاء کا مُرید کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مرید کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر استغفر اللہ پڑھاتے تھے۔ ارکانِ اسلام کی پابندی کی ہدایت و تاکید کرتے اور پھر ذکر نفی و اثبات کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت موصوف بیان کرتے تھے کہ پیر کو چاہیئے کہ بیعت کے وقت مُرید کو امورِ طریقت نہ بتلائے۔ شاید اسکو قبول کرنے میں دشواری ہو۔ اور مبادا زبان اس کے دِل کا ساتھ نہ دے اور مریدی میں فتور واقع ہو جائے۔

جب حضرت مسیح الاولیاء کسی عورت کو مُرید کرتے تو درمیان میں پردہ ڈال دیتے تھے اور پردہ کے پیچھے اس کے دوپٹہ کا ایک سرا اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دوسرا سرا اس عورت کے دونوں ہاتھوں میں رہنے دیتے اور پھر حسبِ دستور اسکو مُرید کرتے۔[۴۱] ہر مُرید کو ہدایت کرتے تھے کہ وہ جنابِ سیّد کائینات صلعم کی پیروی اور اتباع پر ثابت قدم اور مستقیم رہے۔ کیونکہ بیعت میں توبہ عزم ترکِ معاصی اور عہدِ تقوی کا راز نہاں ہے۔

۴۱۔ کشف الحقائق ورق ۶۷ الف/ب

اصلاح وتربیت کے انداز کی کئی مثالیں فرحیؔ نے کشف الحقائق میں بیان کی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مریدوں کو خدا کیلئے جینا سکھایا جاتا تھا۔ وہ عام انسانوں کی نیت سے مختلف دُنیا کا ہر کام کرتے تھے۔ وہ شادی بیاہ بھی کرتے تھے روزی بھی کماتے تھے، خلقِ خدا سے ملتے جُلتے بھی تھے۔ مگر تمام کاموں میں اللہ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کی طلب ان کا مقصد تھا۔ وہ دنیا میں تھے۔ مگر خدا کی یاد سے غافل نہ تھے۔ مختصر یہ کہ ان کا ہر کام ایک عبادت تھا۔

خانقاہ

حضرت شاہ عیسٰی جنداللہ کے مقبرہ کے موجودہ احاطہ میں ایک خانقاہ کے آثار باقی ہیں۔ یہ خانقاہ نذور وفتوح کے سلسلہ میں جو رقمیں آتی تھیں۔ اُن سے بنائی گئی تھی۔

خانقاہ کا ایک دستور العمل تھا۔ تمام درویش اس ضابطہ کے تحت زندگی گزارتے تھے۔ خانقاہ میں ان لوگوں کا ہجوم نہ تھا۔ جن پر ذیل کا شعر صادق آتا ہے۔

زاہد نہ داشت تابِ جمالِ پری رخاں[٦١] کنجے گرفت و یادِ خدا را بہانہ ساخت

کچھ درویش جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے[٦١]
کچھ کتابوں کی تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے[٦٢]۔ کچھ کے ذمّہ "نقل کتب" کی خدمت تھی[٦٣]۔ عبدالوہاب عمدہ کاتب تھے۔ عبدالوہاب کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا ایک نسخہ۔ یوسف زلیخا جمی کے

---

٦١ کشف الحقائق۔ ورق ٩٩/ حبیب تراش اسماعیل
٦٢ کشف الحقائق۔ فرحی
٦٣ کشف الحقائق ورق نمبر ١٠ ب/ ملا یوسف

کتب خانہ جامع مسجد میں محفوظ ہے۔ جس کے آخر میں لکھا ہے:۔

"تحریر فی التاریخ غرہ ماہ رمضان المبارک بید الضعیف
النحیف المسمیٰ بعبدالوہاب المعروف بہ یزید رضائی
بخاری غلام حضرت شاہ عالم قدس سرہ العزیز۔
فی الوقت العصر روز یکشنبہ در خانقاہ حضرت
عین العرفاء میاں شیخ عیسیٰ در حجرہ میاں سلطان محمد"[۶۴]

کچھ درویش صاحب اہل و عیال تھے اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مدرسہ کلاں کی تعمیر میں خانقاہ میں مقیم تمام درویشوں نے حصہ لیا تھا۔[۶۵]

درویشوں کو روزانہ کھانا دیا جاتا تھا۔ کھانا دینے کا طریقہ یہ تھا کہ کھانے کے برتن صحن میں رکھ دیئے جاتے تھے۔ حضرت موصوف ان پر نظر کیمیا اثر ڈالتے اور ہر برتن میں سے ایک ایک لقمہ کھاتے تھے۔ بعد میں درویشوں کو کھانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ خیر و برکت کے خیال اور غذا کی لذت اور خوش گواری کے لحاظ کے علاوہ اس طریقہ میں یہ مصلحت بھی پنہاں تھی کہ غذا میں مضرت رساں اجزاء اور اشیاء وغیرہ نہ شامل کر دیئے گئے ہوں۔[۶۶]

جو درویش وقت پر حاضر نہ رہتے تھے ان کا کھانا رکھ دیا جاتا تھا۔ تاکہ کوئی محروم نہ رہے۔[۶۷]

۶۴؎ یوسف زلیخا ۲۵۳۱ / فہرست ص ۳۹۵ ۶۵؎ کشف الحقائق ورق ۱۰۰ ب
۶۶؎ کشف الحقائق ۱۰۱ الف / ب ۶۷؎ کشف الحقائق ۱۰۱ ب

مریدوں کی باطنی اصلاح کی طرف بہ طورِ خاص توجہ کرتے تھے
اِن سے شفقت اور محبّت سے پیش آتے تھے۔ جس پر نظر کیمیا
اثر ڈالتے۔ وہ ایک لمحہ میں مراتب عالیہ طے کر لیتا تھا۔

فرحی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ اس نے
معرفت کے درجہ تک پہنچنے کی استدعا کی اور ساتھ ہی یہ عرض کیا
کہ اس میں ریاضت اور مجاہدہ کی طاقت نہ تھی۔ ایک ہی نظر میں اس پر
وہ کیفیت طاری ہو گئی جس کا وہ طالب تھا۔[۶۸]

خانقاہ میں رشد و ہدایت کے علاوہ درس و تدریس کا بھی
سلسلہ جاری تھا۔ سطورِ مذکور میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

سماع

حضرت مسیح الاولیاء کو سماع سے خاص ذوق تھا۔ اکثر
مجالس میں شریک ہوتے تھے اور اپنے یہاں بھی مجالسِ
سماع منعقد کراتے تھے۔ سماع میں ان پر غیر معمولی کیفیتیں طاری
ہو جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت لشکر محمد عارف کے مکان کے قریب مجلس سماع
مقرر تھی۔ اس میں حضرت پر ایسا وجد طاری ہوا کہ لباس پارہ پارہ
کر ڈالا۔ حضرت لشکر محمد عارف اپنے مکان سے آئے اور پیراہن اتار کر
لے گئے اور خود پہن لیا۔ بعد میں اس کے دو حصّے کئے۔ ایک حصّہ خود
رکھ لیا اور دوسرا حصّہ دوستوں میں تقسیم کر دیا۔[۶۹]

۶۸۔ کشفِ الحقائق ۷۸ ب / ۷۹ الف
۶۹۔ کشفِ الحقائق ورق ۸۷

ایک مرتبہ حضرت لشکر محمد عارف کے سالانہ عرس کے موقع پر مجلس سماع منعقد تھی۔ ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی مجلس میں ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق مست و بے خود ہو گیا۔ مطرب بے خودی میں دستار پھینک کر گریہ و زاری کرنے لگے۔

محفل سماع میں حفظ ادب کا خاص خیال رکھتے تھے اور کسی قسم کی بد عنوانی کو برداشت نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ محفل سماع منعقد تھی' ملا محب علی سندھی کسی سے بات چیت کرنے لگے۔ حضرت موصوف نے انکی طرف دیکھ کر کہا۔

"السماع کالصلوٰۃ"[۱]

ملا محب علی نے گفتگو بند کر دی۔

عادات واخلاق

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کی ذات فضائل و کمالات کی جامع تھی۔ ان میں ظاہر و باطن کی حیرت خیز ہم آہنگی تھی۔ علم و عمل کے ساتھ وہ فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالامال تھے۔

حضرت موصوف جامع کمالات' مظہر نیک صفات' متقی پرہیزگار' صوم و صلوٰۃ کے پابند' تہجد گذار تھے۔ فاضل دہر عالم متبحر اور توحید کے دلدادہ تھے۔ نہایت خاموش' عزلت نشین' بے تکلف' سادہ مزاج تھے۔ عامی سے عامی سے بھی ملنے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے۔

---

[۱] کشف الحقائق ورق ۹۳

سالکانِ طریقت کی رہنمائی اور رہروانِ حق کی پیشوائی کرتے اور طالبانِ حق کی درس و تدریس میں معروف رہتے۔ خود مجاہدۂ نفس، ریاضت، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔

موصوف کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عقیدت مند پر دانوں کی مانند ان کے گرد جمع رہتے تھے۔ آدھی رات تک خانقاہ کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔

سالکوں اور مریدوں کے تمام مسائل نہایت ہمدردی سے حل کرتے۔ اپنے مریدوں سے ان کو بے حد محبت تھی۔ کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کرتے ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرتے اور اپنے مریدوں کے دکھ سکھ میں شریک رہتے۔ فرحیؔ نے لکھا ہے کہ میاں نصر اللہ کے آخری وقت سے لیکر تدفین تک شریک رہے[1]۔

ان کی سیرت سنّت نبوی کا نمونہ تھی۔ درویشوں کے ساتھ خلق و خوش دلی سے پیش آتے تھے۔ ان کے یہاں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ ہر نئے آنے والے سے بھی اس طرح ملتے تھے گویا برسوں کا شناسا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عبد الرحیم خانخاناں اور مرزا داراب خاں کو ان کی محفل میں ایک درویش پر فوقیت دی گئی ہو[2]۔

فرحیؔ نے لکھا ہے کہ وہ بیس سال تک ان کی خدمت میں مجاور

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۱۷/ب

[2] کشف الحقائق ورق ۱۰۰/ب

عصر کی نماز کے بعد مسلسل حاضر ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں اس نے دیکھا کہ ولایت
اور ہندوستان کے درویشوں میں سے روزانہ کوئی نہ کوئی ان سے ملاقات
کے لئے آتا۔ ان کے سامنے ادب سے بیٹھتا اور آپ نہایت خلق و تواضع سے
اس سے گفتگو کرتے۔

فرقی پر ان کا خاص کرم تھا۔ اکثر اوقات اس کے ساتھ امتیازی
سلوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ملّا عبدالعزیز لاہوری کو وداع کے وقت
کچھ نصیحتیں کر رہے تھے۔ تو سب کو علیحدہ کر دیا۔ مگر فرقی کو شریک صحبت رکھا۔[۴۳]

استغنا کا یہ عالم تھا کہ نذر و فتوح کی رقوم بالکل اپنے پاس نہ رکھتے
تھے۔ سب مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اکثر[۴۴] قرض کی نوبت آجاتی تھی۔
دنیاوی اغراض کے لیے بہت کم توجہ کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی کیلئے دعا نہ مانگی۔
نذر و فتوح کی رقم فقراء میں تقسیم کرنے کی خدمت میاں شیخ محمد کے
سپرد تھی[۴۵] نواب عبدالرحیم خانخاناں نصف شب کے بعد نذرانہ بھیجتے
تھے۔ حضرت اسی وقت میاں شیخ محمد کو بلا کر بیداری کی معذرت کرتے ہوئے
رقم ان کے سپرد کر دیتے تھے۔[۴۶] ان کا کہنا تھا کہ فقیر کا سکون اسی میں ہے کہ
اس کو جو کچھ ملے۔ وہ دوسروں کو جلد دے کر اپنے سے جدا کر دے چاہے
وہ عرفان کی دولت ہی کیوں نہ ہو۔

نذر کا کچھ حصہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر پر بھی خرچ ہوتا تھا۔ مدرسہ کی
دو عمارتیں تھیں۔ (۱) خرد (۲) کلاں۔

۴۳۔ کشف الحقائق ورق ۹۹ ب   ۴۴۔ کشف الحقائق ورق ۹۴ ب
۴۵۔ کشف الحقائق ورق ۱۰۰ الف   ۴۶۔ کشف الحقائق ورق ۱۰۱ ب

فقرا اور تعمیری کاموں پر اس قدر رقم خرچ ہو جاتی تھی کہ ان کے پاس کچھ باقی نہ رہتا تھا۔

عام طور پر یہ مشہور تھا کہ ان کے پاس کافی دولت ہے۔ پہلے چار سال تک ان کی بیوی خدیجہ کو یہی گمان رہا۔ مگر بعد میں اصل حقیقت واضح ہو گئی۔

اس غلط فہمی کی وجہہ یہ تھی کہ اکثر سندھی تاجر اپنے مال کو حضرت موصوف کا مال بتلا کر مختلف مقامات پر فروخت کرتے رہتے تھے۔ تاکہ کروڑگیران کے ساتھ رعایت کریں۔

ان کی وفات کے بعد ان پر ۱۵۰ روپیے کا قرض تھا۔ جو ان کے لڑکوں نے ادا کیا ہے[۷۴]

کشف و کرامات

حضرت شاہ عیسیٰؒ کی ذات تصوف کا مرجع، علوم باطن کا سرچشمہ اور ان کا صحیفۂ قلب کمالات کا منبع تھا۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوئی ہیں۔ ان کی تفصیل ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ کشف الحقائق، گلزار ابرار اور ثمرات الحیات میں تفصیلاً مرقوم ہیں۔

اولیائے عظام کے خوارق و کرامات کا تعلق شدت ریاضت اور طاعت سے ہے جو "غلبۂ الفناء" اور قوت معیت حق کے باعث سرزد ہوتی ہیں۔ وہ امور عام ذہن کی رسائی سے بالاتر ہیں[۷۵]

---

[۷۴] کشف الحقائق ورق ۹۹ ب

[۷۵] کشف الحقائق ورق ۳۰ الف

ملا غوثی صاحب گلزار ابرار نے لکھا ہے کہ حضرت کا دل حفظِ قرآن کی برکت سے متجلّی ہو گیا تھا۔ وہ حضرت موصوف کے حالات قلمبند کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات ان کے دل پر روشن ہو گئی۔

حضرت شیخ فرید بن شیخ صدر جہاں دھاری برہان پور سے مانڈو آئے تو حضرت مسیح الاولیاء کا گرامی نامہ بھی لائے۔ غوثی نے جب اسے کھول کر دیکھا تو خط کی پیشانی پر یہ بیت لکھی ہوئی تھی۔

لوحِ محفوظ است پیشانیٔ یار ہست در وے سرِ جانان آشکار

اور گرامی نامہ میں نسخۂ گلزار ابرار کی خواہش کے مطابق مضمون تھا۔

"درین اثنا در نگارش این معنی کہ دلِ او بنورِ قرآن مجید لوحِ محفوظ گردید۔ و قرآن ہم کہ در عالمِ صورت غریب بود بوطنِ اصلی رسید ناگاہ شیخ فرید بن شیخ صدر جہاں دھاری از برہان پور بجانب راقم الحروف نزول فرمود و گرامی نامۂ مسیح الاولیاء رسانید۔ چون مطاوی آنرا بر کشاد۔ عنوانش این بیت بود۔ بیت

لوحِ محفوظ است پیشانیٔ یار ہست در وے سرِ جانان آشکار

عبارتِ مضمون خواہش نسخۂ گلزار ابرار بود۔"[1]

حضرت موصوف کی زندگی سادہ اور دل کش تھی۔ ان کا یہ عالم تھا کہ جس طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوتے خشک ہو جاتے تھے۔[2]

---

[1] گلزار ابرار قلمی ورق ۳۵۳ -

[2] اذکار ابرار ص ۵۳۵ -

وفات شاہ عیسیٰ نے فیض باطنی[۸] کے حصول کے بعد تمام زندگی عبادت و ریاضت۔ درس و تدریس اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت اور تہذیب و تربیت میں بسر کی۔

قناعت و توکل کی مجاہدانہ زندگی گذارتے ہوئے ستر سال کی عمر میں[۸] ۱۵ر شوال ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۳ر اگست ۱۶۲۲ء کو برہان پور میں جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔

"فیض عالم اور ہادیٔ اعظم" سے تاریخِ وفات نکلتی ہے۔ حضرت کا مزار سندھی پورہ میں ایک چہار دیواری کے وسیع احاطہ میں ہے۔ اس پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اس احاطہ میں مدرسہ اور خانقاہ کی عمارات کے آثار باقی کہہ رہے ہیں۔ "اللہ باقی من کلِ فانی"

اولاد و اعزا حضرت شاہ عیسیٰ کے دو بھائی تھے (۱) شیخ عثمان۔ (۲) شیخ سلیمان۔ یہ دونوں سپاہی تھے اور حضرت شاہ لشکر محمد عارف کے مرید راجہ علی خاں والیٔ خاندیس کے محافظی دستہ میں ملازم تھے۔ سلیمان عالم، فاضل اور شاعر تھے سیفی تخلص کرتے تھے۔ عین المعانی میں ان کی رباعیات ملتی ہیں۔

حضرت سیفی کا ذکر علیحدہ آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ دونوں بھائی راجہ علی خاں فاروقی کی طرف سے سہیل خاں دکنی کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

---

[۸] کشف الحقائق ورق ۹۶ / تاریخ برہان پور ص ۱۴۷ / زبدۃ المقامات ص

ملفوظات اور تذکروں میں شیخ عثمان کے حالات نہیں ملتے اور نہ ان کی کسی ذہنی تخلیق کا اب تک پتہ چلا ہے۔ صاحب کشف الحقائق فرحی نے حضرت سلیمان کے ذکر کے ضمن میں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے ان کی اولاد میں سے شیخ عبدالستار[۸۱] (خلف اکبر) اور شیخ فتح محمد محدث[۸۲]

---

[۸۱] شیخ عبدالستار: حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ کشف الحقائق میں فرحی سے ان کی پیدائش کے متعلق مروی روایت سے ان کی ولادت کے زمانہ کا تعین ہو سکتا ہے۔ گمان غالب ہے کہ ۹۸۳ھ یا اس کے قریب کا زمانہ ہوگا۔ جب شاہ موصوف بہ جستجوِ کامل کی تلاش میں نکلے تھے۔

عبدالستار نے ابتدائی تعلیم ملّا احمد سے حاصل کی۔ حدیث و تفسیر حضرت شیخ طاہر کی خدمت میں پڑھی۔ ظاہری علوم اور معنوی معارف کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی ریاضی میں مرزا شکر اللہ شیرازی کے شاگرد ہوئے (بحوالہ اذکار ابرار ص ۵۶۱)۔ بعد میں مسیح الاولیاء نے شاہ باجن کے پوتے شیخ فرید اور ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی۔ (گلزار ابرار)۔ مسیح الاولیاء نے ملّا جامی کی کتاب شرح ضیائیہ پر نہایت مفید حاشیہ عبدالستار کے لیے لکھا تھا۔

کشف الحقائق میں فرحی نے بابا عبدالستار اور دیگر درویشوں کے ساتھ اربعین میں بیٹھنے کا ذکر کیا ہے (کشف الحقائق ۱۳۲ الف)

۱۰۰۰ھ میں سقوطِ اسیر کے بعد مسیح الاولیاء کی نظر بندی اور آگرہ روانگی و قیام کے دوران تمام گھر بار اور خانقاہ کا انتظام انھوں نے بڑی حسن و خوبی اور ہمت و استقلال سے انجام دیا۔

خواجہ ہاشم کشمی نے ان کی قابلیت، فضیلت اور صاحبدلی کی تعریف کی ہے "شیخ عبدالستار کہ صاحب سجادہ است جوان و قابل و صاحبدل"۔
(زبدۃ المقامات ص / تاریخ برہان پور ص ۱۴۷)

بابا عبدالستار کی تمام زندگی علم و عمل، ریاضت و مجاہدہ، سخاوت و ہمدردی اور طالبانِ حق کو فیض پہنچانے میں گذری

سن وفات معلوم نہیں۔ ان کا مزار حضرت مسیح الاولیاء کے مقبرہ کے مقابل جنوب کی سمت ہے۔ ایک محراب دار دیوار اس کے سرہانے کھڑی ہے۔ راقم کے علم میں ان کی کوئی ادبی تصنیف نہیں ہے۔

[۸۲] فتح محمد محدث کا ذکر آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

(خلف اصغر) ہیں۔ ان کے تیسرے فرزند شیخ طٰہٰ کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا۔

خلفاء اور معتقدین حضرت شاہ عیسیٰ کے خلفاء میں حضرت برہان الدین راز الٰہی۔ ملا ابو الخیر بلخی۔ شیخ محمد صدیق۔ ملا عبد العزیز لاہوری۔ ملا یوسف۔ شیخ محمود۔ سید یعقوب۔ مرزا فتح پوری۔ اسماعیل فرحی۔ عبد الستار خلیل۔ میراں عبد الرحمٰن اور معتقدین نواب عبد الرحیم خانخاناں مرزا داراب خاں۔ عاقل خاں رازی۔ ملا شیخ عثمان وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ واقعات کے ذیل میں کشف الحقائق میں فرحی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان خلفاء نے عوام کو شریعت کی راہ بتلانے اور اخلاقی عیوب سے باز رکھنے میں زبردست خدمات انجام دی ہیں۔

اسناد شاہی شاہانِ مغلیہ نے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کی اولاد کی معاشی امداد کے لیے جو اسناد وقتاً فوقتاً دی ہیں۔ ان میں سے دو نقل کیجاتی ہیں۔ پہلی سند شاہ جہاں کی عطا کردہ ہے اور شیخ فتح محمد محدث کے نام ہے۔

اللہ اکبر

بمہر ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحب قرانِ ثانی شاہجہاں

بادشاہ غازی دریں وقت فرمان عالی شان سعادت

نشان شرف اصدار...... دادہ..... موضع کول کھیڑا

من اعمالِ زین پور قصبہ خاندلیس درو لبست پنج

حصہ از جملہ شش حصہ رعیتی .... در وجہ مددِ معاش

حقائق آگاہ معارف دستگاہ شیخ فتح محمد محدث و لدہم

شیخ عیسیٰ سندھی با فرزندان حسب الضمن مُعزز تفویض
باشد کہ محاصلات ایں..... صرفِ معاشِ خود ہا نمودہ
بدعاگوئیِ دوام بدولتِ ابد پیوند اشتغال می نمودہ باشند
می باید کہ حکّام و عمّال وجاگیرداران و متصدّیان و کرُوڑگیریان
حال و استقبال در استمرار و استقرارِ ایں حکم اعلیٰ اقدس
کوشیدہ آں موضع را درو بست بہ تصرف.........
بدان راند ہندو بہ...... حال وجوہات و اخراجات مثل
قتلفہ و پیشکش و محصلانہ و مہرانہ و داروغگاہ و بیگار
و شکار زودہ سیمے و صدودے و قانون گوئے و ڈیلپشانگی
و کل تکالیف دیوانے و مطالباتِ سلطانے مزاحمت
نرسانند..... دریں باب بر سالہ فرادو دیروانچہ مجدد
نہ طلبند و از ہر چہ تخلف نورزند
تحریر فی التاریخ......

سند کا نقطہ زدہ حصّہ کرم خوردہ اور آب زدہ ہے۔
دوسری سند مسماۃ امۃ الجلیل بنت محمد بن شہاب الدین کے نام ہے۔

باسمہٖ و سبحانہٗ و تعالےٰ شانہ

محمد معین الدین عالم ثانی فرمان ابوالمظفر بادشاہ غازی فرخ سیر

دریں وقت میمنت اقتران فرمانِ والاشان واجب الاذعان

صادر شد کہ موضع کارکھیڑہ متعلقہ پرگنہ زین پور صوبہ خاندیس
در وبست بجمیع چہل وہشت ہزار دام کہ پانصد وہشت روپیہ
کہ می حاصل ازاں است از ابتدائے سدس تحریف ئیلا ئیل
در وجہ مدد معاش مسماۃ امۃ الجلیل بنت محمد عبد اللہ نبیرہ قدوۃ
الواصلین حضرت شیخ عیسےٰ قدس سرہ بلا قید اسامی
و قسمت حسب الضمن مقرر باشد باید کہ حکام و عمال
متصدیان مہمات و جاگیر داران و کروڑگیریان حال
و استقبال موضع مذکورہ را بہ تصرف وابستہ ہائے
مسماۃ مزبورہ باز گزارند واز جمیع عوارض و وجوہ معاف
و مرفوع القلم شمارند و دریں باب ہر سال تجدید نہ طلبند

سوم محرم الحرام سال دوم از جلوس والا نوشتہ شد

تصانیف حضرت شاہ عیسےٰ جند اللہ رحمہ اللہ جامع علوم عقلی و نقلی تھے۔ ہر علم میں منتہایانہ پایہ رکھتے تھے۔ تصوف، حدیث، فقہ، علم ریاضی، منطق۔ بیان۔ کلام اور فنون شعریہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ جملہ اصنافِ سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ شاعری کا مذاق صوفیانہ تھا۔ "فیض حقیقی اور تصرفِ تحقیقی" ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر ہے۔

ملا غوثی نے گلزارِ ابرار میں حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

(۱) روضتہ الحسنیٰ (۲) عین المعانی (۳) انوار الاسرار (۴) رسالہ حواس پنجگانہ (۵) حاشیہ بر اشارہ غیبیہ (۶) شرح قصیدہ بردہ

(۷) رسالۂ قبلۃ المذاہب (۸) حاشیہ بر شرح ضیائیہ (۹) فتح محمدی (۱۰) تتمیم شرح مائۃ عوامل (۱۱) رسالۂ عقود (۱۲) شرح رباعیات۔ اسرار الوہی ملا غوثی نے ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء تک کی فہرست دی ہے[1]۔ اس کے بعد حضرت شاہ موصوف تقریباً نو سال تک زندہ رہے۔ اس عرصہ میں جو کتابیں تصنیف کی ہوں گی۔ وہ ملا غوثی کے علم میں نہ آسکیں۔

(۱۳) مجمع البحرین — تاریخ برہان پور[2] میں مجمع البحرین نامی کتاب کا ذکر ملتا ہے۔ (۱۴) رسالۂ دقیقہ — رسالہ دقیقہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ اس مختصر رسالہ کی نقل پیش خدمت ہے۔

(۱۵) رسالہ وحدت وجود — رسالہ وحدت حضرت سید محمد مطیع اللہ صاحب راشدی کے قلمی نوادرات میں ہے۔ موصوف نے از راہِ بندہ نوازی اس رسالہ کے متعلق مختصر معلومات فراہم کی ہیں۔

مذکورہ بالا تصانیف سے حضرت شیخ الاولیاء کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا باطن گوناگوں تجلیات سے منور تھا۔

"فیض حقیقی و تصرف تحقیقی" ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر ہے[3]۔ حفظ قرآن کی برکت کی وجہ سے ان کے ضمیر پر معانی کا بے پناہ ہجوم اور جوش رہتا تھا۔ یہ غلبۂ ذوق اور جوش جوانی[4] کی ابتدائی منزلوں سے گذر کر پختہ عمری کے روحانی کمال کے ساتھ مل کر زود قلم شوکت بیان اور معنوی موشگافیوں کی شکل میں جلوہ گر رہے۔

---

[1] گلزار ابرار قلمی ورق ۳۴۴ / ۳۴۵ الف / ب ر ر

[2] تاریخ برہان پور ص ۱۳۴ [3] کشف الحقائق ورق ۷۹ الف

[4] کشف الحقائق ورق ۷۹ ب

اور ان تصانیف میں اس کی تمام و کمال جلوہ گری پائی جاتی ہے۔

روضۃ الحسنیٰ اسمائے الٰہی کی فارسی شرح ہے۔ اس کتاب کا سنِ تالیف ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء ہے اور مادۂ تاریخ "حافظ" ہے۔[5]

روضۃ الحسنیٰ اور عین المعانی کے متعلق ملا غوثی کی رائے ہے کہ "اوّل اوّل است و ثانی ثانی ندارد"۔[6]

عین المعانی کے دیباچہ میں مرقوم ہے کہ روضۃ الحسنیٰ کی کتابت کے دوران عین المعانی جیسی نادرۂ روزگار تصنیف کا خیال پیدا ہوا اور روضۃ الحسنیٰ پھیل کر عین المعانی بن گئی۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی   اور جب سمٹی تو تیری ذات ہو کر رہ گئی

عین المعانی میں المہیمن اور المطاہر کے دلائف کے ضمن میں لکھا ہے کہ ذکر جلی و خفی کی تفصیل روضۃ الحسنیٰ میں بیان کر دی گئی ہے۔

"چنانچہ تفصیل اکثر آنہا در روضۃ الحسنیٰ این ضعیف ذکر کردہ است"۔[7]

حرمت سماع کے بارے میں روضۃ الحسنیٰ کے مطالعہ کا اشارہ کیا ہے۔[8]

المہدی — کی تشریح کے ذیل میں عین المعانی کے حاشیہ پر[9] روضۃ الحسنیٰ سے ایک حکایت نقل ہے۔

---

۵ عین المعانی ص ۴   ۶ گلزار ابرار قلمی ورق ۴۴۳ الف / ۵۴۳ ب

۷ عین المعانی ص ۳۷   ۸ عین المعانی ص ۴۷   ۹ عین المعانی ص ۱۰۱

مذکورہ حکایت سے نثر کی سادگی، سلاست اور صوفیانہ رجحان
کا پتہ چلتا ہے

تفسیر انوار الاسرار حضرت شاہ عیسےٰ جنداللہؒ کی شہرتِ دوام کی باعث، قرآن کریم کی عجیب وغریب تفسیر۔
انوار الاسرار۔ عربی زبان میں ہے۔

اِس تفسیر کی وجہ تالیف کے سلسلہ میں فرحی نے لکھا ہے کہ حضرت موصوف کو قراءت۔ تجوید۔ نحو۔ معانی۔ بیان اور اصول پر منتہایانہ عبور حاصل تھا اور معنوی نکات کے ہجوم کے غلبہ میں قرآنِ پاک کی تفسیر سورۂ فاتحہ میں اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر بسم اللہ میں بیان کر سکتے تھے۔ یہ تفسیر اسی جوش اور ولولہ کا نتیجہ ہے۔

تدبرِ قرآن کے فیض کی طرف فرحی نے یوں اشارہ کیا ہے۔

"در ایام جوانی بغلبۂ ذوق وحالت کہ از دلِ من جوش سرمی زد واکثر بخاطرم گذشت کہ اگر سامع صاحب استعداد مقیدہ شدہ بشنود۔ تمام قرآن در سورۂ فاتحہ وسورۂ فاتحہ را در قرآن بہ ضمن ہر آیت بلکہ تمام قرآن را در بسم اللہ وبسم اللہ را در آیت بیان وعیاں سازم۔ بیت۔

باید کہ کتاب خانہ در سینہ بود ؎ درسے نہ بود ہر انچہ در سینہ بود[1]

حضرت شاہ عیسےٰ نے جب یہ بے نظیر تفسیر لکھنی شروع کی تو

۱؎ کشف الحقائق ورق ۷۹ ب

اس کے دو اجزار اپنے عم محترم - شیخ طاہر محدّث کی خدمت میں حصولِ اطمینان کی خاطر بھیجے اور لیجانے والے کو یہ تاکید کردی کہ وہ یہ ظاہر کرے کہ کسی کی تصنیف کے نامکمل اجزار ہیں۔ اس شخص نے اوراق حضرت شیخ طاہر محدّث کی خدمت میں پیش کئے۔ اور موصوف کی رائے دریافت کی۔

محدّث صاحب موصوف نے غور و فکر سے ملاحظہ کرنے کے بعد بتلایا کہ یہ تفسیر عام علمار کی دسترس سے باہر ہے۔ اسے وہی عالم لکھ سکتا ہے جو غوث یا قطب کا درجہ رکھتا ہو۔

اس واقعہ کی تفصیل بیان --- کرتے ہوئے فرحی نے لکھا ہے کہ

"حضرت پیر دستگیر تفسیر انوار الاسرار که دریائے عمیق علم حقائق و دقایق وبے بدل روزگار است - نوشتن آغاز کردند۔

ہنوز دو جزو نوشتہ بودند کہ ہیچ کس برآں اطلاع نداشت کہ روزے آں دو جزو را پیش حضرت عم خود فرستادند و او را فرمودند کہ نخواہی گفت کہ این تفسیر فلانے نوشتہ است۔ بلکہ چنیں خواہی گفت کہ ایں دو جزو تفسیر بدست من آمدہ است شما بہ نظر مبارک خود بہ بینید کہ چہ طرز تفسیر است وے ہم چنیں کرد۔ بعد از مطالعہ محمد طاہر محدّث فرمودند کہ این چنیں تفسیر را ممکن نیست کہ بے غوث و قطب کسے گفتن تواند۔"[۲]

---

۲ کشف الحقائق ورق ۱۱۹ ب

اس امید افزا ارادے کے بعد حضرت شاہ عیسٰیؒ نے اسی انداز پر کتاب کی تکمیل کی اور حضرت محدث صاحب کو جب معلوم ہوا تو انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

"بعد ازاں چوں معلوم شد کہ حضرت ایشان گفتہ اند بسیار خوش حال گشتہ وآں حضرت را بعد از ملاقات در کنار گرفتہ فرمودند کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ مرا کامل کردہ است وشمارا مکمل ساخت"[۲]

اس کتاب کی زبان عربی ہے۔ عبارتیں مقفیٰ۔ مسجع اور مرصع ہیں۔ یہ تفسیر صوفیانہ مذاق پر لکھی گئی ہے۔ لیکن موصوف کی نظر حدیث روایت اور لغت پر بھی ہے۔ مثلاً "الریح العقیم" کی تفسیر میں ہے کہ

"الریح العقیم الدبور سماها عقیماً کانها اهلکته وقطعت دابرهم وقیل لا برکة فیها ف لا یاتی بخیر فی البخاری نصرت بالصبا واهلکت عاد بالدبور اولانها خربت دیارهم واعدمت آثارهم من قولهم الملک وعقیم یوم القیامة لانه لا یوم بعده"

اختلاف قرات سے بھی اعتناء کیا گیا ہے۔ ہر سورہ کی ابتداء میں اسی سورہ کی مناسبت سے بسم اللہ کی تضمین کی ہے۔

مثلاً سورہ طور کی اس طرح تضمین کی ہے۔

---

[۲] کشف الحقایق ورق ۱۱۹ ب

بسم اللہ الجامع المتجلی بالطور الرحمٰن یا لکتاب المسطور الرحیم بالرق المنشور"

مثلاً سورۂ رحمٰن کی اس طرح تضمین کی ہے؛

بسم اللہ الجامع المتجلی بالتعین الاول والانسان الرحمٰن بتعلیم البیان ۵

" الرحیم بقولہ لمن خاف مقام ربہ جنتان"

اس میں تفسیر عرائس کی۔ عباسی۔ سلمی۔ مجمع البحار۔ معالم وغیرہ کے حوالے بھی موجود ہیں

اس تفسیر میں بعض آیات کی کئی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ عاقل خان رازی نے ثمرات الحیات میں لکھا ہے کہ حضرت برہان الدین رازی نے آیات متشابہات کی تفسیر کے ضمن میں بتلایا۔ کہ تفسیر انوار الاسرار میں " آیہ یا ایہا الذین آمنوا باللہ" کی نوسو وجوہ بیان کی ہیں اور آیۂ شریفہ ۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ " کی چالیس توجیہات بیان کی ہیں[۵۳]

صراطِ مستقیم کی تشریح کی جدت کا حوالہ[۵۴] صاحب کشف الحقائق نے دیا ہے۔ عین المعانی میں آیتِ کریمہ " فمن یبتغی ومن عصیانی فانک غفور الرحیم " کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ:۔

" در تفسیر انوار الاسرار باحسن طریق بیین است[۵۵]"

---

[۵۳] ثمرات الحیات ۔ ورق ۵۷ ب [۵۴] کشف الحقائق ورق ۶۵ ب

[۵۵] عین المعانی ص ۱۰۱

اِس بے نظیر تفسیر کا دیباچہ غوثی نے گلزارِ ابرار میں نقل کیا ہے۔
مختصر یہ کہ بقول فرجی تفسیر زیرِ بحث "علم حقائق و دقائق کا دریائے عمیق اور بے بدل روزگار است"

رسالۂ حواس پنجگانہ ——— یہ رسالہ انھوں نے صدرِ جہاں دھاری وال کے التماس پر لکھا تھا۔

"رسالہ حواس پنجگانہ کہ توفیق بحضرات خمس یافتہ
بالتماس شیخ صدر جہان دھاری وال کہ از خلفائے
برگزیدہ اوست۔ نگارش فرمود۔ ۹"

حاشیہ بر اشارۂ غریبہ ——— کتاب انسانِ کامل ———
"اشاراتِ غریبہ" ۔ انسان کامل ۔ عبدالکریم حنبلی کی تصنیف ہے۔ اشارات کی واضح اور عمدہ شرح ہے۔ یہ کتاب سیّد احمد دکنی ——— (خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی) کی شاگردی کے زمانے میں لکھی گئی ہے۔

شرح قصیدۂ بردہ ——— قصیدۂ بردہ کی فارسی شرح ہے۔

رسالہ قبلۃ المذاہب ——— فارسی زبان میں لائل تصوف کے اشارات کی توضیح ہے۔

حاشیہ بر شرحِ ضیائیہ ——— مولانا عبدالرحمٰن جامی کی شرح کافیہ کا یہ مشرح حاشیہ ہے۔ عبدالستار کے زمانۂ درس میں تصنیف کی گئی ہے۔ مولانا عبدالغفور برہان پوری اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں اس کی زبان صاف و شستہ ہے۔ اور بیان میں دلکشی ہے۔

۹ گلزارِ ابرار قلمی۔ ورق ۲۴۴ ب

مصنف گلزار ابرار[۱۱] نے اس کی شیریں بیانی کی تعریف کی ہے۔

فتح محمدی علم تفسیر کے متعلق یہ کتاب بابا فتح محمد محدث کے لیے لکھی گئی تھی۔ عین المعانی کے صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ پر اس کا حوالہ ملتا ہے۔

تتمیم شرح مایہ عوامل اس کتاب کا آغاز فتح اللہ شیرازی نے کیا تھا۔ لیکن ان کی ناگہانی موت کے باعث نامکمل رہ گئی۔ ان کے چچازاد بھائی میر سید علی کی درخواست پر مسیح الاولیاء نے اس کو پورا کیا تھا۔

"میر فتح اللہ شیرازی آغاز فرمودہ۔ از جہتہ بیوفائی زندگانی بانجام نرسید۔ بآرزوے میر سید علی ابن عم قاضی نور اللہ کہ تقاضائے شکر عرش آستانی اکبر شاہ داشت۔ بروش آغاز انجام رسانید"[۱۲]

رسالہ عقود مختصر عبارت میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ ارباب حدیث ہاتھ کی انگلیوں پر اعداد کا شمار رکھتے ہیں۔ اس نسبت سے رسالہ کا نام "رسالہ عقود" رکھا گیا ہے۔

شرح رباعیات اسرار الوحی اسرار الوحی سے متعلق دو رباعیات کی شرح ہے۔

مجمع البحرین اس کتاب کا ذکر صرف تاریخ برہان پور میں ملتا ہے۔

۱۱۔ گلزار ابرار قلمی ورق ۲۸۵ الف   ۱۲۔ ایضاً

حضرت شاہ عیسٰی جنداللہؒ کی تصانیف میں سے صرف عین المعانی اور رسالہ دقیقہ راقم کے پیش نظر ہیں۔ باقی تصانیف کے تذکرے ملتے ہیں۔ تصانیف ناپید ہیں۔ انوار الاسرار کا دیباچہ گلزار ابرار میں نقل ہے۔ عین المعانی میں کئی مقامات پر اس کے حوالے ملتے ہیں، وحدت الوجود کے بارے میں سید محمد مطیع اللہ صاحب راشد نے ازرہ بندہ نوازی مختصر اشارات بہم فرمائے ہیں۔

آئندہ سطور میں ان تصانیف پر تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح الاولیاء جملہ ظاہری اور باطنی علوم سے متصف تھے ان کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کی عظمت اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

رسالہ دقیقہ[1]: یہ مختصر رسالہ تعینات اور حقیقت محمدیہ کی بحث پر مبنی ہے۔ شذرات کے طور پر ہر شذرہ میں کسی ایک نوع کی نمائش کی گئی ہے۔ ہر سرخی کا نام "دقیقہ" ہے۔ یہ مختصر رسالہ بارہ ۱۲ دقائق پر مشتمل ہے۔

آصفیہ کتب خانہ کے قلمی نسخہ کے ترقیمہ کی عبارت۔

تمام شد رسالہ من تصنیفات حضرت شاہ شیخ الاولیاء
شاہ عیسٰی جند اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ شاہ موصوف کے انتقال کے بعد نقل کیا گیا ہے۔ کاتب نے سن کتابت کی تصریح نہیں کی ہے۔

---

[1] رسالہ دقیقہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

رسالہ دقیقہ ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء کے بعد کی تصنیف ہے۔ کیونکہ سن مذکور تک دی ہوئی ملا غوثی کی فہرست میں[۲] اس رسالہ کا اندراج نہیں ہے۔ زیر نظر رسالہ دقیقہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:۔

خلق بعد از ارتفاع کثرت عینِ حق است۔ اگر لام جمال
را کہ عبارت از ظہور کثرت است از میاں بر داری و
نقطہ تعیّن از سرِ خا برگیری بنگر کہ چہ ماند"

خلق ارتفاعِ کثرت سے عینِ حق ہے لام (ل) کے ساقط کرنے اور خ کا نقطہ ہٹانے کے بعد "حق" رہ جاتا ہے۔

دقیقہ اوّل میں بتلایا گیا ہے کہ وجود حقیقی حق تعالیٰ کا ہے اور حقیقتِ محمدی ذاتِ مطلق کا پہلا تعین علمی بشان کلی ہے۔ جو تمام شیونات الٰہیہ اور کونیہ کی جامع ہے۔

وحدت کی دو شاخیں ظاہر ہوئیں۔

"یکے احدیت کہ ذات بآن اعتبار از ہمہ اعتبارات
منزہ و مجرّد است۔

دوم۔ احدیت کہ ذات بآن اعتبارات بہمہ صفاتِ
الٰہیہ و اعتبارات کیانی متصف است"

دوسرے دقیقہ میں صفاتِ الٰہی کی اور تیسرے میں واحدیت کی قسمیں بتلائی ہیں۔ واحدیت (۱) صفاتِ الٰہی (۲) اعتباراتِ کیانی۔

صفاتِ الٰہی — آنرا گویند کہ وصف و حرفی و فعلی صفتِ ذاتی

۲۔ گلزار ابرار قلمی ورق نمبر ۳۱۱/ب ۳۴۵ الف

ایشاں باشد

اعتبارات کیانی — آں را گویند کہ صفت لازمی ایشاں انفعال و امکان بود و انفعال اثر قبول کردن است۔

دقیقۂ چہارم میں لفظ اللہ اور حق کا اطلاق دو جگہ ہونا بتلایا گیا ہے (۱) در مرتبۂ لا تعین (۲) در مرتبۂ الوہیت۔

دقیقۂ پنجم میں "اعیانِ ثابتہ" کی بحث ہے اور دقیقۂ ششم میں حقیقت محمدیہ کا بیان ہے۔

ذاتِ احدیت باعتبارِ تعین اول حقیقت محمدی ہے۔ جو مظہر حقیقی احدیت ہے۔ تمام مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی ہیں۔ حقیقت محمدی کے علاوہ اللہ کی تمام شانیں حقیقت محمدی کی فرع ہیں۔

ہفتم اور ہشتم دقائق میں عالم ارواح، عالم مثال اور عالم شہادت کی تفصیل ہے۔ ایک گوشوارہ[۱] کے ذریعہ اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

دقیقۂ نہم میں بتلایا ہے کہ :— "وجود مطلق در اول مرتبہ جمیع تعینات را شامل است۔ انسان در آخر مرتبہ جمیع را حامل کہ مرتبۂ احدیت و حقیقت محمدی است"

دقیقۂ دہم میں تنزل اول اور تنزل ثانی کا تخم کی تمثیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان کے بعد دوسرے دقیقہ میں معرفت کی تین قسموں کی وضاحت کی گئی ہے۔ (۱) معرفت افعالی (۲) معرفت صفاتی

۱؎ گوشوارہ — نقل رسالۂ دقیقہ میں ملاحظہ کیجیے۔

(۳) معرفت ذاتی۔

انواع معرفت کی تشریح کے ذیل میں بقول صوفیاء چند "ناگفتنی" امور بھی بیان کئے ہیں۔

"اگرچہ این اسرار گفتنی نیست اما از صاحب بصیرت منع کردنی ہم نے"

دقیقہ دوازدہم۔ میں ذیل کی رباعی کی تشریح ہے۔

یارِ ما ہر ساعتے آید ببازار دگر | تا بو حسن و جمالش را خریدارے دگر
کسوتے دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند | مظہر دیگر نماید بہر اظہار دگر

آخر میں ایک قطعہ ہے۔ جس کا آخری شعر یہ ہے۔

آب اندر گل است و گل در آب | عین آب این دقیقہ را دریاب

خاتمہ میں شاہ عیسیٰ جنداللہ کی ایک رباعی مندرج ہے ؎

ہیچ میدانی تو خود را ہستی یا نیستی
خویش را بشناس و بنگر کیستی و چیستی
آنکہ می گوید کلیم است آنکہ می بیند بصیر
وانکہ می شنود سمیع است پس بگو تو کیستی

رسالہ وحدت وجود — حضرت شیخ عبداللہ بنبانی نے حدیث نبوی "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی شرح عربی میں کی تھی۔ اس کی فارسی شرح مسیح الاولیاء نے اپنے پیر و مرشد حضرت لشکر محمد عارف باللہ قدس سرہٗ کے ایما پر کی۔ اسے مسیح الاولیاء کی اولین تصنیف قرار دینا چاہیے کیونکہ یہ کتاب شیخ محمد عارف لشکر متوفی (۹۵۲ھ) کے زمانۂ حیات میں لکھی گئی ہے۔

رسالۂ وحدتِ وجود کا دیباچہ ملاحظہ کیجئے:۔

"می گوید فقیر ضعیف خاکروب درگاہ معدان الرانالہ حضرت شاہ لشکر باشد کہ چوں ایں رسالہ متضمن توحید وحدت الوجود بود و مشتمل بر اذواق وجدو شہود از مصنفاتِ شیخ العاشقین والعارفین آں موحدِ ربانی شیخ عبداللہ بنبانی در معنی حدیث نبوی۔ من عرفہ نفسہٗ فقد عرفہ ربہٗ۔ لیکن زبان تازی بود بعضے عزیزانِ حضارِ مجلس شریف بحضرت ارشاد مآبی خلد اللہ ظلالہ السامی التماس نمودند کہ ایں رسالہ اگر بزبان پارسی املا کردہ شود۔ و بلسان مشہور انشاء نمودہ آید بہتر است۔ تا ہر خاص و عام از افادات و استفادات محروم نماند

پس با ایں ضعیف اشارت نمودند۔ ایں ضعیف از فیض حضرت یک ذرہ منقبتش می گوید۔

مرشدِ کامل کہ نامش لشکر است | لشکر اہل صفا را رہبر است
دیدہ اش بینا شدہ از روئے حق | چوں کلیم اللہ شدہ بر طورِ حق
مقتدائے جملۂ اہل وفا | پیشوائے زمرۂ صدق و صفا

بشارتِ حق دانست والتماسِ دعا نمود تا ایں ترجمہ از خیانت مصئون ماند۔

واللہ والی التوفیق والہدایہ.........

یہ رسالہ عبارت آرائی اور مختصر تمثیلات کے ساتھ عربی فارسی برجستہ اشعار سے بھی مزین ہے۔ زورِ بیان صوفیانہ اصطلاحات روانی اس کی مابہ الامتیاز خصوصیات ہیں۔

عین المعانی

عین المعانی فنِ تصوف میں حضرت شاہ عطاء جنید اللہؒ کا شاہکار ہے۔ اس میں اسمائے الٰہی کی مبسوط اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور نہایت بسیط شرح کے ساتھ ورد و وظائف اور اعمال وغیرہ کے بیانات اور تعلیمات ہیں۔

یہ کتاب صوفیانہ رموز و نکات اور اصطلاحات پر مبنی ہے اس میں ورد و وظائف اور دعوتِ اسمار کی تعلیم سے متعلق اشعار کی برجستگی اور اندازِ بیان کے حسن اور ندرت نے کتاب کو دلچسپ بنا دیا ہے اور قاری کا ذہن ان خشک مضامین کی خشکی کو محسوس نہیں کرتا کیونکہ کتاب میں شروع سے آخر تک ہر فصل میں قطعہ فرد۔ رباعی۔ مثنوی۔ ابیات وغیرہ کثرت سے تحریر ہیں۔

زیرِ نظر کتاب[1] میں اسمائے الٰہی کی تشریح میں ذیل کا التزام

---

[1] زیرِ نظر نسخے حسبِ ذیل ہیں: (۱) قلمی نسخہ۔ مملوکہ جناب مولوی سید احکام اللہ صاحب برہان پوری۔
(۲) قلمی نسخہ۔ فن تصوف ۱۲۶۹ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد۔
(۳) مطبوعہ نسخہ۔ مملوکہ راقم
(۴) مطبوعہ نسخہ۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد ۱۰۱۸ اور ۳۲۹۰۸

رکھا گیا ہے اور ہر ایک کے ضمن میں قرآنی آیات۔ احادیث اقوال صوفیاء و صلحاء اور عربی و فارسی کے اشعار کثرت سے نقل کیے گئے ہیں۔

(۱) قسم اسم — تہذیبی، ثبوتی، تقدیسی، جلالی، جمالی، سلبی، ذاتی یا مشترک۔

(۲) اسم کس سے مرکب یا مشتق ہے۔

(۳) لغوی معانی۔

(۴) اوصاف اور خواص اسم۔

(۵) معما — ہر اسم کو ایک شعر میں معما کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

(۶) اسم کے اثرات اور دیگر وضاحتیں۔

(۷) قرآن مجید میں اس کا محل وقوع، اطلاق اور توجیہ۔

(۸) اسم کے متعلق متکلمین کا عقیدہ۔

(۹) مظاہر

(۱۰) کس اسم سے اتصال زیادہ مؤثر اور مفید ہے۔

(۱۱) شرائط عمل اور اس کے اثرات۔

(ا) زاہد کے لیے (ب) عابد کے لیے (ج) عاشق کے لیے۔
(د) موحد کے لیے (ہ) محقق کے لیے۔

(۱۲) اشغال۔ داعی۔ نصاب۔ زکواۃ۔ عشر۔ قفل۔ ورد۔ مدور۔ طریق دعوت۔

مذکورہ بالا التزام کے ساتھ خدائے قدوس کے ایک سو اور تین ناموں کا بیان ہے۔ ہر عنوان کے تحت عربی اور فارسی کے

اشعار اس خوبی سے چسپاں کر دیے گئے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقع اور محل کے لئے نظم کئے گئے تھے۔ عبارت مرصّع اور مسجّع ہونے کے باوجود دلکش ہے۔

حمد و ثنا کے بعد تمہید میں سببِ تالیف کے ذیل میں لکھا ہے کہ۔

"بعد از یکے زمرۂ مریدانِ پیرِ کامل و مرشد مکمل معدنِ جواہر انوار اللہ نور السموات و سالار سپاہ ان جندنا لہم الغالبون و صدر آرائے مسند و انتم الاعلون کہ عساکر ارشادش امداد بخش زخم خوردہ مصاف طالب تواند بود و جنود تلقین او سرگشتگانِ صحرائے توحید را بدرقہ تواند نمود یعنی بر اسرار خفیات واقف حضرت شیخ لشکر محمد عارف الہم نکما وافقت تاریخ وصالہ باسمہ ایدیہ جنود قلوب طالبیہ بلطفہ عیسٰے بن قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن معروف بن شہاب الدین المعروفی النہابی السہروردی و الجنیدی السندی والہندی البراری المعروف بالعقی الشطاری القادری الملقب بہ عین العرفا و کنی بابو البرکت می گوید کہ در سنہ سبع و تسعین و تسعمایۃ در بلدۂ دل بامن معات اہل الکرم و رشحات اہل الفضل نور کا نہا بلدۃ طیبۃ ولا بہا رب غفور یعنی آنہا برہان پور ایدہ اللہ تعالٰے بالسرور الی یوم النشور در قیلولہ عند اغماض العین نمودند کہ

جمعے از مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ می فرمایند کہ مطالعہ
عین المعانی و مقادلہ اوحی باید کرد۔ چون سر از بالین
این خواب بشارت نقاب مصرعہ:۔

زہے مراتب خوبی کہ بہ ز بیداری

برداشتم۔ دست تردد در آستین احتمال کشیدہ
و سر تأمل بر زانوے تخمین نہادہ گفتم کہ مراد از
عین المعانی دعا ریا کتابی یا رسالۂ عین العلم کہ در علم
سلوک مختصر یست مشتمل بر فوائد چیدہ یا ازین
لفظ بطریق اشارت و باسلوب کنایت امری غیر
مذکور را ارادہ کردہ باشند کہ نقد ادراک آن
در مخزن عقل و صرۂ فہم نگنجد۔ ہمدرین بود کہ
درہمان روز یکے از محبت شعار با خلاص کہ
فتوحات الٰہی و فیوضات نامتناہی شامل حال
او باد۔ رسالۂ روضۃ الحسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ
کہ مختصری از مؤلفات این ضعیف است کہ
در حین حافظ سمت تحریر یافتہ بود۔ آورد آغاز
نبشتن آن کرد۔ این ضعیف بارادۂ آنکہ در
کتابت این رسالہ مشارکت نمودہ اعانت نماید
اوراق از دست او گرفتہ سطری چند در نوشت
بعضے معنی جدید در حین کتابت وارد گشت و

مقربان باشد کہ این معنی ثانی از معانی اولی انسب
و اولی می نماید و می شاید کہ این نوع از بیان نوعی
عین حکمت حکیم است کہ زمام انقیاد قلم اعلیٰ و قلم
اسفل بدست مشیت و انگشت ارادت او تسلیم
داعیہ دعوت وقت باآن خواند کہ شرحے دیگر ہم با سلوب
غریب بنظم و نثر می باید نوشت۔ پس بہ عبارتے
کہ مقدور استطاعت او بود۔ متصدی آن گشت[1]

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے ۹۹۶ھ م ۱۵۸۸ء میں برہان پور میں
قیلولہ کے دوران خواب میں دیکھا کہ مشائخین کرام کی ایک جماعت
ان کے عین المعانی کے مطالعہ کا ذکر کر رہی ہے۔ بیداری کے بعد
اس فکر میں تھے کہ عین المعانی کیا ہے؟ دعا کی کتاب ہے۔ یا رسالہ
عین العلم۔

انہی دن ایک مخلص روضۃ الجنۃ کی نقل کر رہا تھا۔
حضرت موصوف نے اس کی مدد کے خیال سے اس کے ہاتھ سے
کاغذات لے کر نقل کرنا شروع کر دی۔ چند سطور کی نقل کے بعد
اول سے مختلف اور جدید معانی خیال میں آنے لگے۔ جو معانی
اولیٰ کے مقابلہ میں "اولیٰ و انسب" تھے۔ خیال ہوا کہ یہ بھی "حکمت حکیم"
ہے۔ لہٰذا دوسری شرح "بہ اسلوب غریب بہ نظم و نثر" لکھی جائے۔

---

[1] قلمی نسخہ۔ آصفیہ حیدرآباد۔ ورق ۳ الف/ب مطبوعہ نسخہ ص ۴

اور یہی خیال عین المعانی کی تصنیف کا باعث ٹھہرا عین المعانی اور روضۃ الحسنیٰ[1] کے بارے میں ملا غوثی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ اوّل اوّل ہے۔ ثانی کا ثانی نہیں۔

"اوّل اوّل ست وثانی ثانی ندارد"[1]

سن تصنیف روضۃ الحسنیٰ ۹۸۹ھ۔ سن حافظ میں لکھی گئی[۲]۔ اور یہ ضخیم اور نادر کتاب ۹۹۷ھ میں لکھی گئی۔ یہ شاہ کار چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور اس کا نام عین المعانی رکھا گیا[۳]۔

تسمیۂ کتاب کے بعد مصنف نے دعا مانگی ہے کہ خدا اس کتاب کو اسمائے الٰہی اور ان بزرگوں (جنھوں نے اسمائے الٰہی سے فیض پایا ہے) اور بالخصوص حضرت لشکر عارف باللہؒ کی برکت سے خطار وخلل سے محفوظ رکھے۔

"ایں رسالہ مسمیٰ بیکرد بعین المعانی فی شرح الاسمار الربانی۔ امید بحضرت بیچون چنانست کہ بہ برکت اسمائے خود و آنانکہ بہ آنہا مستفیض و معیض شدہ اندخصوصاً بہ برکت حضرت شیخ ایں ضعیف ایں رسالہ را از خطار وخلل و از لغزش و زلل محفوظ دارد[۴]"

---

[1] گلزار ابرار۔ قلمی نسخہ۔ مملوکہ راقم ورق ۳۴۴ ب

[2] عین المعانی۔ قلمی نسخہ ورق ۴ الف

[3] " " ۳ الف

[4] مطبوعہ نسخہ ص ۱۹

ترتیبِ کتاب | تمہید کتاب چند فصلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل اصطلاحاتِ صوفیہ کی تشریح و توضیح ہے۔

حقیقتِ حق سبحانہٗ۔ تعین اوّل۔ اُمّہاتِ صفاتِ ذاتی غناءِ مطلق۔ مرتبۂ واحدیت۔ لفظِ وجود۔ ظاہرِ وجود۔ مرتبۂ الوہیہ۔ رب الارباب۔ وحدتِ حق سبحانہٗ۔ حقایقِ کونیہ۔ حقیقۃ الحقایق فیضانِ حق۔ وجوب و کون عروجِ روحانی۔ ظہور و بطون۔ انسانِ کامل و ناقص اسامی اہلِ سلوک۔ فنا۔ تخلّق یعنی ظہورِ حق۔ تحقق یعنی اتحادِ ذاتِ سالک۔ جمیع اسمائے جلالی۔ طریق دعوتِ اسماءُ اللہ الحسنیٰ۔ طریق دعوتِ نود و نہ نام باری تعالیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر الذکر دو فصلوں میں سے پہلی فصل میں سالک سے یوں مخاطب ہیں:—

اے سالک! توئی مالکِ جمیع اشیاء۔ اشیاء از تست پیدا و تو در اشیاء ہویدا۔ چہ اشیاء مظاہرِ اسماء مقتضیات ایشان و درمیان این ہر دو را رابطہ ایست کہ آنرا حقیقت آدمیہ گویند۔ و حقیقت انسانیہ نیز گویند و تا سیر سلوک آنجا نرسد۔ آدمی نتوان گفت بلکہ اولئک کالانعام بل ہم اضل از قبیل ایشان است اگر بے معرفت نفس خویش می کند۔ سود نہ

ندارد کہ بے توحید اعمال ظاہری و باطنی ہباءً
منثورا است کہ توحید نہ یکے گفتن است وپس
توحید یکے دیدن است نے تے بلکہ یکے بودن
است و آں یکے بودن را مسافتے بعید
است مسافرے کہ دریں راہ در آمد شد آگاہ
باشد طلب کن و دامن بدست جاں گیر۔
چنانکہ آں مور گرفتہ بود۔ تا بکعبۂ آمال رسی از
خودبرسی۔

بیت

مورِ مسکین موسی داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید[1]

دوسری فصل میں لکھا ہے کہ ہر اسم کے تحت تین شغل ہیں:—
(۱) طریق ذکر (۲) طریق فکر (۳) طریق کشش۔

ان طریقوں کی تعلیم حضرت شیخ محمد غوث قدس سرہ العزیز
نے حضرت سالار جند اللہ کو اور حضرت موصوف نے حضرت
مسیح الاولیاء کو دی تھی[2]

اس کے بعد مذکورہ بالا التزام کے ساتھ ہر اسم کے ساتھ
ایک معما ہے۔ مشہور شعراء کے کلام سے جا بجا عبارت کو دلکش
بنایا گیا ہے۔ اس "تزئین" میں سلیمان سیفی۔ برادر حضرت شاہ موصوف کی

---

[1] عین المعانی ص ۱۸ [2] عین المعانی ص ۱۹ / ۲۲

چند رباعیات نے اضافہ کر دیا ہے۔

اسمائے الٰہی کی تشریحات عین المعانی (مطبوعہ) کے صفحہ ۲ سے شروع ہو کر ص ۲۳۴ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے اسم الٰہی کا اشارہ ہے۔ پھر مظاہر وظائف اور اشغال ہیں۔ وظائف داعی۔ عاشق۔ متعلق۔ موحد اور محقق کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وظائف کے بعد اشغال کا ذکر ہے۔ اس تمام ترتیب میں ابیات اور رباعیات سے نفس مطلب کی خشکی کو دور کرنے اور مفہوم کو آسانی سے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عبارت رواں اور شگفتہ ہے۔

خاتمۂ کتاب میں اہل تصوف کے ذوق کی حسب ذیل چیزیں[1] ہیں۔ (۱) شغل مجمع البحرین (۲) شغل لمع الولایت۔ (۳) واو دائرے (۴) نشار الفاتح (۵) حرکۂ مقناطیسی (۶) شغل شجرۃ التوحید۔ خاتمۂ کتاب ان سطور سے شروع ہوتا ہے۔

"ختم کار ہر یک آن است۔ کہ بخدا سبحانہ برسد
خواہ باضطرار چنانکہ بموت صوری۔ خواہ باختیار
چنانکہ "موتوا قبل ان تموتوا" و دیگر وعد نفسک
من اصحاب القبور و ایں موت اختیاری ہر یک
را انہ عابد و زاہد وغیرہما بر حسب اطلاع مراد الشان

۱۔ عین المعانی ص ۲۳۴ - ۲۳۶

است و ہر یک می پندارد کہ من حاصل کردہ ام
ولیکن باتفاق جمیع اولین و آخرین آنکہ آنچہ بسبب
ذکر حاصل شود آں معتبر است[1]"

ترقیمہ کی عبارت تکمیل تصنیف پر روشنی ڈالتی ہے:—

"قد ھذا الرسالۃ عافیہ فی الشہر المبارک رمضان
عند الظہر فی یوم الاثنین من بفضل اللہم انک عفو تحت
العفو فاعف عنا بجودک ولطفک چنانکہ حق سبحانہ
در ماہ مبارک مذکور در ہر شب چند تو او لئہ عتقا
فی کل لیلۃ من رمضان" از آتش دوزخ آزاد کند
--- ہم چنیں ایں رسالہ را در نظر جمیع اہل طلب
و ارادت وعلا وند وصل ولایت بحرمت جمیع
انبیاء وعظام و اصحاب کرام و مشائخ اولی الہام
ظاہر و روشن گرداند بمنہ کمال فضلہ[2]"

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ رمضان میں ظہر کے
وقت کتاب تکمیل کو پہنچی آخر میں حضرت شاہ علیہ کی رباعی مرقوم ہے۔

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد پیوستہ ز خویشتن جدائی باشد
خود را بمثال غیر دیدن عجب است ایں بو العجبی کار خدائی باشد[3]

عین المعانی کی اہمیت وظائف و درود سے متعلق اور

---

[1] عین المعانی ص ۲۳۱ [2] عین المعانی ص ۲۴۲ [3] عین المعانی ص ۲۴۲

اسمائے جلالی و جمالی کی بسوط شرح - عین المعانی - حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کی نادرہ روزگار تصنیف ہے۔ اس میں تصوف کے مقامات کی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تصوف کی اصطلاحات - عربی اشعار - احادیث آیاتِ پاک کے اقتباسات اور حوالہ جات کی وجہ سے کتاب عام ذہن سے بالاتر ہے۔ فارسی اشعار کے مندرجات نے کتاب اور پیرایہ بیان کو لطیف بنا دیا ہے درود و وظائف جیسا خشک مضمون منظومات کے ارتباط سے نہایت دلکش اور اثر انگیز بن گیا ہے۔

اس دور میں جبکہ ضخیم کتابوں کی نقل کرنا انتہائی دشوار اور صبر آزما کام تھا - اس کی نقلیں ہندوستان میں پھیل چکی تھیں - اور یہ کتاب درس میں داخل ہو گئی تھی۔

"دور دراز" کے مقامات سے طالبانِ علم اس کا درس لینے کے لیئے برہان پور آتے تھے۔ فرحیؔ نے کشف الحقایق میں کابل سے شیخ محمد صدیق کا عین المعانی کے درس کی خاطر برہان پور آنے کا ذکر کیا ہے (کشف الحقایق ورق ۲۹ ب)

مریدوں میں عین المعانی درس و حوالہ کی کتاب بن گئی تھی فرحیؔ نے اپنے سفر پنجاب کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک فقیر نے عین المعانی سے مردم آزاری کی سزا کا حوالہ دیا تھا۔

فرحیؔ نے خود فنا - غوث اور تجدد امثال وغیرہ کے بیان کے ذیل میں جا بجا عین المعانی کے درس کا حوالہ دیا ہے اور اقتباسات

نقل کیے ہیں۔

عین المعانی کے متعلق خود حضرت شاہ موصوف کی رائے ملاحظہ[1] کیجیے:۔ "از جملہ غرائب یکے آنست کہ دریں کتاب مظاہر اسماء الحسنٰی رقم نمودہ شد۔ اما کسے متصدی ایں نگشتہ بود[2]"

عین المعانی میں حضرت شاہ عیسٰے جنداللہؒ کی تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔ دیباچہ میں[3] اور دیگر مقامات پر[3] روضۃ الحسنٰی[4] کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حاشیہ[4] پر اور تشریحات کے ذیل میں روضۃ الحسنٰی سے چند حکایات اور اقتباسات منقول ہیں۔

تفسیر انوار الاسرار[5] اور فتح محمدیؐ[6] کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

حضرت شاہ موصوف نے اپنے پیر و مرشد۔ حضرت شاہ[7] لشکر محمد عارف باللہؒ اور ان کی تصنیف۔ شرح[8] نود و نہ نام کا ذکر کیا ہے شرح کا ذکر اور اقتباس قطب غوث اور ابدال کے مرتبہ میں ملتا ہے۔ مشاہدۂ حق کے ذکر کے ذیل[9] میں شیخ طاہر محدثؒ حضرت کے ہم بزرگ کا بھی ذکر ہے۔

کتاب کے ماخذات کتاب کی مقبولیت اور اس کے ماخذات سے بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا

---

[1] کشف الحقائق۔ قلمی ورق ۴۰ ب [2] عین المعانی مطبوعہ ص ۴

[3] عین المعانی ص ۳۷/ص ۴۷/حاشیہ ص ۱۳۰/ ۱۳۶ [4] عین المعانی حاشیہ ص ۱۳۰/ص ۱۳۶

[5] عین المعانی ص ۱۰/حاشیہ ص ۱۳۶ [6] عین المعانی حاشیہ ص ۱۰۹

[7] عین المعانی ص ۳/ص ۱۹/ص ۲۷/ص ۳۸/ص ۱۲۷/ص ۱۴۲/ص ۱۴۹/ص ۲۲۹/ص ۲۳۰

[8] عین المعانی ص ۲۲۱ [9] عین المعانی ص ۲۱۶

جا سکتا ہے۔ عین المعانی میں ذیل کی تصانیف کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں۔

منج العمال۔ صحیح بخاری۔ ترمذی۔ مسلم۔ مکتوبات منیری۔ صحیح مستدرکہ قزوینی۔ فصوص الحکم۔ حصن حصین۔ شارح قیصری۔ شرح منازل۔ فتوحات۔ شرح بخاری۔ شرح بیضاوی۔ اصطلاحات صوفیہ۔ نفحات جامی۔ تذکرۃ اولیاء۔ جواہر خمسہ۔ کیمیائے سعادت۔ عوارف۔ مرصاد العباد۔ مرات العارفین۔ رسالہ کلیہ۔ شمائل۔ جواہر جلالی۔ تصانیف غزالی وغیرہ۔

یہاں عین المعانی کے ایک انتخاب — مظاہر الاسماء کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مظاہر الاسماء — انتخاب عین المعانی

حضرت شاہ یوسف کے ایک ارادت مند امان اللہ نے عین المعانی کا انتخاب۔ المظاہر الاسماء کے نام سے ۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۲ء میں قلعہ دولت آباد میں کیا۔

ابتدائی تین فصول میں مسائل تصوّف کا بیان ہے تصوّف کے رموز و نکات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے خدا کے اسماء پر بحث ہے۔ عبارت کو موزوں اشعار اور رباعیات وغیرہ سے مربوط کیا گیا ہے۔ بعد میں جواہر خمسہ سے دائرہ تنزلات نقل ہے۔

اس کتاب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

دیباچہ سے اقتباس درج ذیل ہے ۔

"کمترینِ عباد ۔ امان اللہ کہ نسبتِ ارادت بہ عین
قدم بوس سید السادات قطبِ زمان حضرت شاہ یوسف
قدس سرہٗ و نور مرقدہٗ در سلسلۂ عالیہ قادریہ الشطاریہ
دارد ۔ اکثر اوقات را خیال این ذرہ بے عمل و بے حالی
خطور می کرد مظاہر و معانی اسمائے الحسنیٰ از کتاب عین المعانی
کہ تصنیف حضرت شاہ علیہ برہان پوری قدس سرہ العزیز
است انتخاب نماید ....

این نعمت سرمدی در سنہ عشرین و مایہ و الف در قلعہ
دولت آباد سرآمد و این رسالہ را بمظاہر الاسماء بر صفحہ روزگار
یادگار گذاشت ۔"

معمیات :۔ فنِ معما شعر و ادب کی بہترین صنعت ہے ۔
اس کے مخصوص قواعد و ضوابط ہیں ۔ خاص خاص اصطلاحات ہیں ۔
عین المعانی کے معمات کی تشریح کے ضمن میں جو اصطلاحات آئی ہیں
تشریحات اسمائے الٰہی سے قبل ان کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ۔

عمل تحلیل :۔ تمام لفظ کے ٹکڑے کرنا ۔

عمل تصحیف ۔ نقطوں میں تبدیلی کرنا ۔

ترجمہ ۔ فارسی سے عربی میں یا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنا ۔

تصویر ۔ مشابہ حرف یا لفظ لکھنا یا حروف کا نام ان کی شکل کے
مطابق لکھنا ۔

تخرجہ :- حرف یا حروف کا کسی لفظ میں سے خارج کرنا۔

تدخلہ :- حرف یا حروف کا کسی لفظ میں داخل کرنا۔

تاقتہ :- مقلوب یا الٹا کرنا۔

اس کے اشارات یہ بھی ہیں۔ گردان۔ گردد۔ چرخ۔ معکوس۔ مقلوب۔ دل۔

نقد :- کسی حرف یا لفظ کے اعداد لینا۔

سر — رو — کسی لفظ کا پہلا حرف۔

آخر :- انتہا - کسی لفظ کا آخری حرف۔

جوہر :- جان۔ روح۔ قلب کسی لفظ کا وسطی حرف

اطراف — ہرسو۔ کسی لفظ کے اوّل و آخر کے حروف۔

مہر — شمس۔ خورشید — کنایہ حرف (سین) س "حرف — ع

ماہ : ماہ سے حرف ل لیا جاتا ہے۔ ماہ کے تیس ۳۰ دن ہوتے ہیں اور ل کے ۳۰ ہوتے ہیں۔

اوج ماہ — اوجِ ماہ سے حرف ق لیا جاتا ہے۔ خاکِ راہ سے بھی ق مراد ہے۔

عین المعانی میں معمّا شعر میں ہے۔ ہر معمّے کے بعد الاشارہ کے عنوان کے تحت فارسی میں اس کا حل ہے عبارت مختصر اور مبہم ہے۔ عین المعانی کے عہد تصنیف میں اعلےٰ علوم عام تھے اور ہر عالم ہر فن اور صنعت میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ اس کے لیے مختصر اشارات کافی ہوتے تھے۔

زمانہ کی اسی اختصار پسندی کے عالمانہ رجحان کے پیشِ نظر فاضل

مصنف نے جو اشارات دیئے ہیں وہ مختصر ہیں اور پھر یہ اہم تصنیف خاص لوگوں کے لئے تھی جو تصوف کے اسرار و غوامض سے واقف تھے اور نہیں وہی اس سے محظوظ اور لطف اندوز ہو سکتے تھے۔

عاجز راقم نے اعجاز خسروی کے رسالہ مثنیٰ کی مدد سے ان معموں کو حل کیا ہے جو آئندہ سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔

اسمائے حسنیٰ یا صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ اسلام کی فکری تاریخ کا اہم باب ہے۔ اس سے متعلقہ مسائل کی توجیہ اور توضیح میں مفکرین اسلام اور شارحین کتاب و سنت نے بڑی کاوش کی ہے۔

فرقہ جہمیہ کی بدعت طرازیوں کی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے اوائل میں یہ مسئلہ اہم موضوع بحث بن گیا تھا۔ اس موضوع پر محدثین کرام کی اہم تصانیف درج ذیل ہیں۔

امام بخاری:۔ صحیح بخاری کی آخری کتاب۔

کتاب التوحید والرد علی الزنادقہ والجہمیہ۔

امام ابو داؤد ــ کتاب الرد علی الجہمیہ۔

امام نسائی ــ کتاب النعوت۔

نعیم بن حماد الخزاعی ــ کتاب فی الصفات والرد علی الجہمیہ

عبداللہ بن محمد الجعفی ــ کتاب الصفات والرد علی الجہمیہ۔

امام احمد بن حنبل ــ رسالہ فی اثبات الصفات والرد علی الجہمیہ

۱؎ رسالہ اعجاز خسروی

عبدالعزیز الکناتی ـــ کتاب فی الرد علی الجہمیہ۔
بیہقی ـــ کتاب الاسماء والصفات۔

اہل سنت والجاعت کے متکلمین نے بھی ان مسائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں:۔

امام غزالی ـــ "المقصد الاسنیٰ فی اسماء اللہ الحسنیٰ"
امام رازی ـــ لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالے والصفات

اسلامی فکر کے اس سرمایہ میں ہر دور میں قابلِ قدر اضافے ہوتے رہے ہیں۔ ان کا حصر وشمار ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

اسلامی فکر کی اس ثروت میں برہان پور کے صوفیائے کرام کی تصانیف بھی قابلِ قدر حیثیت رکھتی ہیں۔ شاہ لشکر محمد عارف باللہؒ کی شرح اسماء حسنٰے اور شاہ عیسٰے جند اللہؒ کی روضۃ الحسنے اور عین المعانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ آثار شاہ ـــ عین المعانی کے متعلق فاضل مصنف کا بیان یہ ہے۔

"از جملہ غرائب یکے آنست کہ دریں کتاب مظاہر الاسماء الحسنیٰ رقم نمودہ شد تا کسے متصدی ایں نکتہ نہ[1]"

روضۃ الحسنا۔ مصنفہ ۹۰۹ھ۔ شاہ عیسٰے کی اول تصنیف ہے ان کی شہرت دوام کی باعث عین المعانی ۹۹۷ھ کی تصنیف ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ تصنیف ایک لطیفہ غیبی کے طور پر عجیب طریقے سے واقع

---

[1] عین المعانی ورق ۔ ب

ہوئی ہے۔ اس میں اسمائے حسنیٰ کی متصوفانہ رنگ میں شرح و بسط کے ساتھ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ہمارے یہاں جو اسمائے حسنیٰ رائج ہیں۔ وہ قاعدہ بغدادی سے لے کر دلائل الخیرات تک مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔

بخاری۔ مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے ارشاد حضور رسالت مآب کو نقل کیا ہے:۔

اِنَّ اللہ تسعۃ و تسعین اسماء من حفظھا دخل الجنۃ ۂ

اللہ کے ۹۹ نام ہیں۔ جو ان کو حفظ کرلیگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری اور مسلم میں ان ۹۹ ناموں کا ذکر نہیں ہے۔

ابن حجر عسقلانی نے ذیل کے نام لکھے ہیں:۔

اللہ۔ الآخر۔ الاعلیٰ۔ الاکرم۔ الالہ۔ الاول۔ البارئ۔ الباطن۔ البدیع۔ البر۔ البصیر۔ التواب۔ الجامع۔ الجبار۔ الحافظ۔ الحسیب۔ الحفی۔ الحفیظ۔ الحق۔ الحکم۔ الحکیم۔ الحلیم۔ الحمید۔ الحی۔ الخالق۔ الخبیر۔ الخلاق۔ الرؤف۔ الرب۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ الرزاق۔ الرفیع۔ الرقیب۔ السلام۔ السمیع۔ الشاکر۔ الشدید۔ الشکور۔ الشہید۔ الصمد۔ الظاہر۔ العالم۔ العزیز۔ العظیم۔ العفو۔ العلیٰ۔ العلیم۔ الغافر۔ الغالب۔ الغفار۔ الغفور۔ الغنی۔ الفاطر۔ الفتاح۔ القائم۔ القادر۔ القاہر۔ القدوس۔ القدیر۔ القریب۔ القوی۔ القہار۔ القیوم۔ الکافی۔ الکبیر۔ الکریم۔ الکفیل۔ اللطیف۔ المومن۔ المالک۔ المبین۔ المتعال۔ المتکبر۔ المتین۔ المجیب۔ المجید۔ المحی۔ المحیط۔ المستعان۔ المصور۔

المقتدر - المقیت - الملک - الملیک - المنتقم - المولی - المہیمن - النصیر - النور - الہادی - الواحد - الوارث - الواسع - الودود - الوکیل الولی - الوہاب -

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایتوں میں جو نام ہیں وہ عام طور سے رائج ہیں۔

اللہ - الآخر - الاحد - الاول - البارئ - الباسط - الباطن - الباعث - الباقی - البدیع - البر - البصیر - التواب - الجامع - الجبار - الجلیل - الحسیب - الحفیظ - الحق - الحکم - الحلیم - الحمید - الحیی - الخافض - الخالق - الخبیر - ذوالجلال والاکرام - الرؤف - الرافع - الرحمٰن - الرحیم - الرزاق - الرشید - الرقیب - السلام - السمیع - الشکور - الشہید - الصمد - الصبور - الغفار - الظاہر - العدل - العزیز - العظیم - العفو - العلی - العلیم - الغفار - الغفور - الغنی - الفتاح - القابض - القادر - القدوس - القوی القہار - القیوم - الکبیر - الکریم - اللطیف - المؤخر - المومن - مالک الملک - الماجد - المانع - المبدی - المتعالی - المتکبر - المتین - المجیب - المجید - المحصی - المحیی - المذل - المصور - المعز - المعید - المغنی - المقتدر - المقدم - المقسط - المقیت - الملک - المہیت - المنتقم - المہیمن - النافع - النور - الہادی - الواحد - الوارث - الواسع - الوالی - الودود - الوکیل - الولی - الوہاب۔

قرآن کریم میں وللہ الاسماء الحسنیٰ اور لہ الاسماء الحسنیٰ آیا ہے - تعداد کا کوئی حصر نہیں ہے۔

یہ حسین و جمیل اسمائے الہیہ صفاتِ الہیہ ہیں۔ من حفظہا دخل الجنۃ کا بلیغ اشارہ یہ ہے کہ ان کو اپنے اندر سمو کر کائنات کی تسخیر کرنا ہے۔ کائنات پر تصرف انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

قرآن پاک نے اس مقصد کی وضاحت صبغۃ اللہ کہہ کر کی ہے۔ حضور سرور کائنات نے تخلقوا باخلاق اللہ فرما کر اس کی تعبیر فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی مذکورہ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اسماء کو یاد کر لینے سے جنت مل جائیگی۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ یہ تمام صفات جزوِ حیات بنائی جائیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خانقاہ میں صرف اسمائے صفات کا ورد اور وظیفہ ہوتا تھا۔ یہ اسماء اسلام کی بنیادی اقدار ہیں۔ شریعت اور دین کا محور ہیں۔ انسانی ذہن میں ان اسماء سے خدا کا صحیح تصوّر پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ ہر اسم ایک علیحدہ پہلو اور مختلف کیفیت کی وضاحت کرتا ہے۔ وہی پہلو اور کیفیت انسان کو اپنی سیرت میں پیدا کرنا ہے۔ ان کیفیات کو اپنی ذات میں سمیٹنا اور سمونا ہے۔ اس لئے ان اسمائے حسنیٰ کی تعلیم کیجاتی تھی کہ انسانی زندگی۔ شریعت اور دین کے اصل مرکزی نقطہ کے گرد بڑھتی رہے اور انّ الی ربّک المنتہیٰ ہمارا مقصود زندگی ہو جائے۔ جب آدمی اپنی زندگی کو اس سانچہ کے مطابق ڈھال لیتا ہے تو اُسے خدا کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث نبوی کا مقصد ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔

اسمائے الٰہی کے معمّے اور ان کی تشریحات :-

(۱) اللہ

نیست حدِّ خامہؔ از نامِ الٰہ   دم زدن باید ترا بان دار دلِ نگاہ

"از خامہ الف ملفوف خواستہ نیستؔ" حدِ خامہ از نامِ الٰہ یعنیؔ فی الا العرالٰہ نیستؔ "اللہ حاصل شود"۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ خامہ' الف کا استعارہ ہے' الٰہ سے الف ساقط ہوا۔ اللہ حاصل ہوا۔

اس معمّے کی تشریح میں تحلیل۔ ترجمہ اور تخفیف سے مدد لینا چاہیئے۔

نیست = نے + است - نے = لا

نیست حدِ خامہؔ کے اشارہ سے الف ساقط ہوا۔ لام باقی ہے

نیست حدِ خامہؔ۔ یعنی نے (لا) حدِ خامہ ہے۔

مذکورہ بالا عمل کے نتیجہ میں حاصل شدہ لام (لا) کے بعد الف (ال) لکھا جائے۔ تو لفظ اللہ حاصل ہوتا ہے۔

الہ   ال لہ = اللّٰہ

(۲) الرحمٰن   معمّا

نیست دلِ محرم ہم آزالب دگر   حرفے از نامش مدد یابد مگر

نیست دلِ محرم ہم گفتہ نی کہ لاست۔ بگرد و دو محرم ہم ہمرحم

عـ۱ عیون المعانی۔ قلمی نسخہ۔ ورق ۲۰ / مطبوعہ نسخہ ص ۲۹ - ۲۱ "اللہ کا اشارہ معظا ہر۔ وظائف وغیرہ ص ۲۰ / ص ۲۱ پر مرقوم ہیں۔

شود۔ آزالب دیگر میم محرم تبدیل یابد۔ بہ آزا الرحم شود۔ دگراز حرفی از نامش کہ نون است ندد یا بدالرحمن شود و نوع دیگر آں است کہ نیست دل گفتہ تے ابالاست بگردد دال شود و محرم ہم آزالب یعنی میم محرم تبدیل یابد برای محرم الرحم شود حرفی از نامش کہ نون است ندد یا بدالرحمن شود[1]

تشریح :۔ نیست مکانی تحلیل اور ترجمہ ہے لا ہوا۔ دل کا عربی ترجمہ" قلب ہے........ اور قلب بمعنی الٹا۔لا مقلوب ہو کر ال بنا۔ اور محرم کا مرحم بنا۔

"لب دگر" سے یہ مراد ہے۔ کہ پہلا میم ساقط ہوا اور رحم باقی رہا۔ جو ال کے ساتھ مرکب ہو کر الرحم ہوا۔

حرفی از نام سے اشارہ ہے کہ حرف ن مقصود ہے۔ اس طرح الرحمن بنا۔ الرحمن کی تشریح کے ذیل میں شیخ سلیمان سیفی کی ایک رباعی نقل کی گئی ہے[2]۔

(۴) الرحیم معما

درنج نامش ہر طرف درّے فشاند جو ہر فرد خودی بے خود بماند[3]

تشریح :۔ "درنج" اس معمے میں اصل لفظ KEY-WORD ہے۔ "درنج ہر طرف درّے فشاند" اطراف کے حروف (دال اور جیم)

---

[1] عین المعانی قلمی نسخہ ص ۷۶ [2] عین المعانی۔ قلمی نسخہ ورق ۲۲ / مطبوعہ نسخہ ص ۲۴۔ سیفی کی تمام رباعیات جو عین المعانی میں منقول ہیں۔ سیفی کے حالات میں نقل کردی گئی ہیں۔ ملاحظہ کیجیے [3] قلمی نسخہ ورق ۲۴ ب / مطبوعہ نسخہ ص ۲۵

(ملفوظی لکھ کر) ج کا نقطہ ساقط کر دیجئے۔ "درّے نشاند" کا لطیف اشارہ یہی بتلاتا ہے ۔ اب (دال رحیم) حاصل ہوا۔ دؔ سے کنایہ "جوہر فرد خود" ہے۔ اس میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ لفظ دال میں دال (دد) "بے خود بماند" یعنی ساقط ہوا۔ ال رہا۔ جو رحیم کے ساتھ مل کر الرحیم ہوا۔

(۴) الملک

درد دے کا وردہ سوئے وے گذار کردہ پنہاں کنج درّ شاہوار

تشریح:۔ "درد دے کاوردہ گفتہ۔ عمل ترکیب و تحلیل است از درد الم مراد است ولی را باکاف آوردہ ترکیب کردہ کاوردہ را تحلیل ایں عبارت حاصل شدہ کہ الملیک سوئے اوگذار گفتہ و اسقاط یا (ی) کردہ۔ الملک حاصل شدہ[1]"

اس معمہ کا حل ترکیب و تحلیل سے ہوگا۔ درد سے مراد الم ہے۔ اور ولی کو کاف آوردہ سے ترکیب کرکے لیک حاصل ہوا اسکو الم سے ملاکر الملیک حاصل ہوا "سوے وے گذار" سے مقصود ہے کہ اس میں سے صرف ایک حرف مقصود ہے۔ ی اور اس (ی) کو گذار یعنی چھوڑ۔ مطلب یہ کہ الملیک میں سے یؔ ساقط کر دیجئے۔ الملک اسم مطلوبہ حاصل ہوتا ہے۔

تشریح کے ذیل میں جامی کی ایک رباعی کے بعد سیفی کی ایک رباعی منقول ہے[2]

---

[1] الملک ۔ عین المعانی قلمی نسخہ ۲۷ الف / مطبوعہ ص ۲۷

[2] " " ۲۸ / مطبوعہ ص ۲۸

(۵) القدوس معمّا

خالق بے اوّل و بے آخر است — مہر او از جملہ اشیا ظاہر است[1]

اشارہ - خالق اوّل - خ الق = الق

بے آخر - حرف ب

- ب کی عددی قیمت دو ہے۔

- یعنی دو

خالق بے اول - بے آخر

الق — دو = القدو

اب القدو ہوا -

"مہر او ظاہر است" کہہ کر س (سین) مراد لیا -

حاصل ترکیب القدوس ہوا +

تشریح کے ضمن میں حضرت سیفی کی ایک رباعی مندرج ہے[2]

(۶) السّلام[3] معمّا

مہر او از رخ نقاب انداختہ — مہر او ہر سو دے سر باختہ

اشارہ - مصرعہ اوّل کے کنایۂ مہر سے سین (س) حاصل کیا -

دل سر باختہ یعنی دل کا پہلا حرف (سر) ساقط کیا - لام (ل)

لام سین (س) کے ہر دو طرف ہے - اور ہر دو کو لفظوں میں لکھا -

لام - سین - لام

---

[1] اشارہ ۱۳۰ الف [2] رباعی سیفی - عین المعانی - قلمی ورق ۳۲ الف

[3] السلام - عین المعانی - قلمی ورق ۳۳ / مطبوعہ ص ۳۳

پہلے لام کو دل (دے) کے اشارہ سے مقلوب کر کے ال لکھا

لام ــ مقلوب = مال

مال = م ال ــ م (سر) ساقط کیا۔

اب پورا ترکیب یوں ہوا: ــ ال ــ س ــ لام

جو ترکیب پاکر اسلام بن گیا[1]

معمّا (۷) المومن

جان دردین رہ تا بر خوئے ازو   از قدم تا فرق شد موئے ازو[2]

یہ معمّا بے حد لطیف ہے۔ اس میں ترجمہ، تخفیف اور تداخلہ کا عمل لطف سے خالی نہیں۔

ترجمہ ــ از ــ عربی ــ من

تا ــ عربی ــ الیٰ

از اور تا کے ترجمے نے ــ من الیٰ ــــ دیا

"از قدم تا فرق شد" ــ میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ تقدیم تاخیر کیا جائے۔ یعنی الیٰ من۔

"شد موئے ازو" کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سے ی نکل گیا تو ــ ال من ــ حاصل ہوا۔

اب دیکھیے کہ اس میں ترکیب کا عمل کس لطیف انداز سے

---

[1] "السلام" کی تشریح کے ذیل میں حضرت سیفی کی ایک رباعی منقول ہے۔ ورق ۴۲ الف قلمی نسخہ عین المعانی۔

[2] المومن ــ عین المعانی ــ قلمی ورق ۴۳ الف / مطبوعہ ص ۳۵

آرہا ہے۔ "اشدہوئے کا ترجمہ موکیا اور اس کو ال سن میں داخل کیا گیا

ال ۔ مو ۔ من ۔ المومن

حاصل ہوا۔ یہ اسم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر متجلی ہوا تھا۔[۱] قلمی نسخہ

داؤ صفیہ امیں ورق ۲۵ ب پر سیفی کی ذیل کی رباعی ملتی ہے۔ جو مطبوعہ

نسخہ میں مندرج نہیں ہے۔ رباعی سیفی :۔

خود را از حدیث بخیر در خواب انداز — اوراقِ فسانہ ہم در آب انداز

از تاقبِ آہ خاناں سوز خودی — بر روی دوئی ناوک پُر تاب انداز

(۸) المہیمن[۲] معما

لمعۂ نادیدہ در ایمن تمام — کے شود موسی صفت عالی مقام[۳]

اشارہ ۔ لمعۂ نادیدہ ۔ یعنی لفظ لمعہ بے عین ۔ دیدہ سے کنایہ

چشم اور چشم ۔ یعنی عین ۔ اب لمہ باقی رہا ۔

" در ایمن تمام" ۔ سے مطلب یہ ہے کہ لمہ میں ۔ ایمن ۔

در آیا اور الف مقدر ہو کر یہ ظاہر ہوا ۔

الہ یمن ۔ المہ یمن — المہیمن ۔

وظائف کے ضمن میں حضرت شاہ علیے عبد اللہؒ کا ایک مستزاد ملتا ہے[۴]

گاہے بمن سوختہ دل نعرہ زند — با دیدۂ گریان

گاہے دل من بالب او خندہ کند — وہ عیش کنان

گہ تے غلط چوں بحقیقت نگرم — در وحدت و کثرت

۱۔ عین المعانی (ص ۳۰) ۔ ۲۔ المہیمن ۔ عین المعانی (مطبوعہ) ص ۱۱۔ اس اسم کی قسم اور لغوی معنی شامل ہیں ۔ ۳۔ زدہ کئے ہیں ص ۳۶ ۔ ۳۔ ایضاً (قلمی نسخہ) ورق ۳۱ الف

۴۔ مستزاد ۔ شاہ علیے عبد اللہ ۔ قلمی نسخہ ۔ ورق ۲۸ الف مطبوعہ صفحہ ۱۲۸

خود اوست اگر گریہ و گر خندہ کند ــــ آں فتنہ فتّاں

اِس مقام پر عربی کا وہ شعر بھی مندرج ہے۔ جو فاضل مصنّفؒ کے پیر و مرشد۔ حضرت شاہ محمد شکر عارف باللہ نے اُس سرائے فانی سے کوچ کرتے وقت پڑھا تھا۔

طلعت شمسہا غیبت فیہا ‏ ‏ ‏ فاذا اشرقت قد اک شرقی [1]

"حضرت پیر این ضعیف در ایّام رحلت از دار دنیائے فانی بدار البقائے باقی این شعر خواندہ بود [2]"

(۹) العزیز معمّا

ذرّہ بے خود کجا آگہ شود ‏ ‏ ‏ از مقامِ ماہ و مہر آخر بخود [3]

اشارہ ــــ از۔ تحلیل ہو کر از ہوا۔ حرف ز کو ملفوظی لکھنے کے بعد ازے ہو گیا۔ مہر سے عین اور لام ماہ سے مراد ہیں۔

مہر و ماہ کے حاصل مراد ــــ ع۔ ل ــــ حاصل تحصیل ــــ ازے کے درمیان آئے تو ــــ ال ع زے ــــ بن گیا۔

"آخر بخود" بھی ز کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ز آخر بن ہے۔ اب ال ع زے کے آخر میں ز لگانے سے العزیز بن گیا۔

اس تشریح کے آخر میں حضرت سیفیؒ کی رباعی [4] مرقوم ہے۔

---

[1] عین المعانی (قلمی) ورق الف ۳۸

[2] " " " ۳۸ ب / مطبوعہ ص ۳۹

[3] " " مطبوعہ ص ۳۹

[4] " " مطبوعہ ص ۴۰

[5] " " (قلمی) ورق الف ۴۰

(۱۰) **الجبار** معمّا

بر جبال از ذرۂ کم آشکار شد تجلی کوہ از آں شد بیقرار[1]

اشارہ۔ جبال تحلیل کے عمل سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ جب۔ ال
لیکن جبال پر۔ بر۔ کا اشارہ۔ بتلاتا ہے۔ جز و آخر کو جز و اول پر
تقدیم حاصل ہے۔ یعنی ال جب ہو گیا۔
از ذرہ کم" سے مراد ہے کہ از سے ذرہ یعنی نقطہ کم (ساقط)
ہو گیا۔ تو حاصل آر آیا۔ دونوں حاصل کے عمل ترکیب سے الجبار بن گیا۔
وظائف کے آخر میں حضرت سیفی کی رباعی مندرج ہے[2]

(۱۱) **المتکبر** معمّا

دل سلامت خواہی آخر جہان من گیر دل۔ با خود بگو۔ بشنو سخن[3]

سلامت پر عمل تحلیل سے دو جز و سلامت ۔ سلا مت حاصل ہے۔
"دل سلا" کا اشارہ ہے کہ سلا کو مقلوب کر کے الس حاصل کرو۔
مت خواہی کا لطیف مقصد یہ ہے کہ الس کے آخر میں
مت چاہیئے۔ سین (س) نہیں۔ اس طرح س ساقط ہو کر
ال ـ مت = المت۔ بنا
اب مصرعہ ثانی سے دوسرے ٹکڑے کو لیجئے "گیر دل با"
گیر کے دل یعنی ی کو نکال کر با کر لیجئے تو ک ب ر یہ کبر بن جائیگا۔

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ص۔ ۱م ب [2] عین المعانی (قلمی) ورق ۱م الف

[3] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۴۲ الف

دونوں حاصل ترکیب سے المتکبر بن جاتا ہے۔ سیفی کی ایک رباعی آخر میں مرقوم ہے[1]

(۱۲) الخالق معمّا

دل ترقی یابد از اخلاق خوش دل ز خلق خوش براوج ماہ کش[2]

اشارہ :۔ "دل ترقی یابد از اخلاق" گفتہ یعنی لام بالائے دود الخاق شود۔ دل زخلق کہ لام است براوج ماہ گشتہ یعنی لام بر بالائے قاف بردہ کہ اوج قمر است۔ الخالق شود۔"[3]

تشریح :۔ اخلاق کا دل یعنی لام (ل) ترقی پاتا ہے۔ نقطہ میں وہ خ کے بعد ہے۔ ترقی پاکر اوّل آجاتا ہے اور اخلاق الخاق بن جاتا۔

اب ۔ دل زخلق' اور ۔ براوجِ ماہ کشں کے اشارہ کو دیکھئے۔

دلِ زخلق ۔ لام (ل)

براوجِ ماہ کش ۔ سے کنایہ ہے ق کی طرف لام کے لیجانے سے یعنی الخاق کے ق کے پہلے لام (ل) لگایئے تو ۔ الخال ق ۔ الخاق بن جاتا ہے۔

(۱۳) البارى معمّا

چوں بلا را دل ز بہر روئے یار در طریقت کرد از جان اختیار[4]

تشریح :۔ بلا را دل سے یہ مطلب ہے کہ دو تین کو مقلوب

---

[1] عین المعانی ۳۳ ب [2] عین المعانی (قلمی) ۴۳ الف / مطبوعہ ص ۵۴

[3] عین المعانی (قلمی) ورق ۴۳ ب

[4] عین المعانی (قلمی) ورق ۶۲ الف / مطبوعہ ص ۷۱

کیا جائے۔ تو بلا ۔ الب اور زا ۔ الز ہو جاتا ہے۔

قلبِ بلا ـــــ الب

قلب زا ـــــ الز

اس طرح الباز حاصل ہوتا ہے اور یہ عملِ قلب زوئے یار کی طلب میں ہوگا اور زوئ یار سے مراد حرف ی ہے۔

زوئ یار ـــــ یار کا زو = ی

اور حاصلِ طلب ۔ ی ۔ اوّل حاصل ۔ الباز ۔ میں ترکیب پاکر اسم مطلوب ۔ البازی ۔ دیتا ہے۔

وظائف کے ذیل حضرت سیفی کی ایک رباعی منقول ہے[1]۔

(۱۴) المصوّر معمّا

عالم بے چشم سر یابی عیاں   جمع یابی صورت روحانیان[2]

اشارہ ــ چشم سے کنایہ ہے ــــ عین (ع)

عالم بے چشم یعنی عالم سے (ع) عین ساقط کر دیجئے آلم رہ جاتا ہے۔

جمع یابی صورت ۔ یعنی صورت کی جمع صور لیجئے اب آلم اور صور کی ترکیب سے المصوّر حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت سیفی کی ایک رباعی آخر میں نقل ہے[3]۔

(۱۵) الغفّار معمّا

شادم از درد و غم بے انتہا   خالقاً کردار بے داد بے مرا[4]

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ـ ورق ۸۹ الف / مطبوعہ ص ۹۸ [2] عین المعانی (ق ن) ۸۹ ب / مطبوعہ ص ۵۰ [3] عین المعانی قلمی نسخہ ورق ۵۰ [4] عین المعانی ورق ۵۰ ب / ص ۱۱ مطبوعہ

اشارہ — اس میں ترجمہ اور تحلیل سے کام لینا ہوگا۔ غم و درد
کا عربی مترادف۔ الم ہے۔ درد و غم بے انتہا ہے۔ الم کا انتہا۔ یعنی حرفِ
آخر م ہے۔ الم بے میم صرف ال رہ جاتا ہے اور اسی طرح غم بے انتہا
صرف غ رہ جاتا ہے۔

الم — بے انتہا — ال م — = ال
غم — بے انتہا — غ م — غ

اب دوسرے مصرعہ کو لیجئے۔ یعنی خالقا کی تحلیل سے خال قا
حاصل ہوتا ہے اور خالقا کم سے مراد ہے کہ قا کا خال یعنی نقطہ کم
کردیا جائے تو فا رہ جاتا ہے۔
اب "دار بے دارے" کو لیجئے۔ یعنی دار سے دال (د)
کم کر دیجئے تو ار رہ جاتا ہے۔
عمل ترکیب سے ال غ فا ار — الغفار بن جاتا ہے۔
وظائف کے ضمن میں حضرت سیفی کی رباعی[1] ملتی ہے۔

معمّا (۱۶) القہار

زاد راہ راستان جز غم مدان — راہِ قلا بان بود برعکس آن[2]

اشارہ — مصرعہ ثانی میں حل موجود ہے۔ راہ قلا کو برعکس
کر لیجئے القہار حاصل ہو جاتا ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں کتنی اہم اور ٹھوس
حقیقت کا اظہار کیا ہے — کہ راست بازوں کو سوائے غم کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا

[1] عین المعانی۔ قلمی۔ ورق ۵۳ ب / مطبوعہ ص ۵۲ [2] عین المعانی قلمی نسخہ ورق ۵۳ ب مطبوعہ ۵۳ —

(۱۷) الوہاب معمّا

ہست شمع خانہ آہِ سوزناک[1]   آہِ دل گر ہست مارا زاں چہ باک

اشارہ :— اس معمّہ کی تشریح میں دو ٹکڑے "آہِ دل گر" اور "ہست ما" قابلِ غور ہیں۔ گر بمعنی تو۔

اب گر یعنی — (تو) — آہِ کا دل بنا۔ گویا او ہ — آ تو ہ۔ ہو گیا۔ ہست ما — کو دیکھئے کہ ما بمعنی آب ہے۔

اب دونوں کے عمل کے حاصلات کی ترکیب سے او ہاب ظاہر ہے۔

(۱۸) الرزاق معمّا

چرخِ اعلیٰ دیدہ دِل براوجِ ماہ   ساختہ منزل بہمراہی آہ[2]

اشارہ :— چرخِ اعلیٰ کا مطلب ہے کہ اعلیٰ کا مقلوب (چرخ) کیا جائے تو العا حاصل ہوا۔

دیدۂ دل سے کنایہ ہے۔ العا کا عین۔ (ع) اور ع (عین) سے زر مراد ہے۔ اب ع کی جگہ زر رکھ دیجئے اور دل کے اشارہ سے مقلوب کر لیجئے تو رز ہو جاتا ہے۔

حاصلِ مقلوب۔ آل رز — ہوا۔

اوجِ ماہ — کنایہ ہے ق سے۔ اس طرح الرزاق بن گیا۔

(۱۹) الفتاح معمّا

الفت ار گیری بہ تصویرِ اجل   مانی آخر جاودان دلم یزل[3]

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۵۱ الف / ص ۵۵ [2] عین المعانی (قلمی) ورق ۵۶ الف / مطبوعہ ص ۵۷ [3] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۵۵ ب / ص ۵۸

اشارہ: — تصویر اجل سے مراد ہے کہ اجل کا مشابہ اور ہم صورت لفظ لیجئے اور وہ احل ہے۔

الفت انگیزی بہ تصویر اجل کا مطلب یہ ہے۔ الفت اور تصویر اجل — احل — کی ترکیب کر لیجئے۔ تو الفتاحل — الفت احل بن جاتا ہے۔

باقی آخر — مصرعہ ثانی کا جزو اول — بتلاتا ہے کہ آخری حرف لام — ال ہ — ساقط کرنا ہے۔ الفتاح حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۰) العلیم معمّا

زندۂ جاوید را آخر چہ غم ‏ ‏ جان اگر صدرہ بر آید در الم[۱]

اشارہ: — بر آید در الم میں کس قدر لطیف اشارہ ہے۔ بر آید کا ترجمہ کر لیجئے اور الم میں داخل کر کے العلم تک پہنچ جایئے۔

بر آید — عربی — علی

اب علی — در الم ہوگیا اور الم میں علی کو رکھ دیکھیے۔

ال علی م — العلیم ہوگیا۔

(۲۱) القابض معمّا

چون بود دل در تقاضائے سرکشی ‏ ‏ در میانِ صد غمش باشد خوشی[۲]

اشارہ: — دل کی سرکشی کا اشارہ دیکھئے گا کہ دال کا سر دال — = د — علیحدہ کرنے کے بعد صرف ل رہ جاتا ہے۔ حرف ل کو لفظوں میں لام لکھئے۔ اب دل کا اشارہ پاتے ہی لام مقلوب

۱۔ عین المعانی (قلمی) / ۵۹ الف / مطبوعہ ص ۶۰

۲۔ عین المعانی (...) ۶۱ الف / ... ص ۶۲-۶۳

ہوکر مال ہوجاتا ہے۔

قضاب کی تحلیل کیجئے — قبض / آب — کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

درقفس آب — کا اشارہ یہ ہے کہ آب قفس میں در آئے

اور یہ عمل قابض کو وجود میں لے آئیگا۔ اول اور دوم حاصل کی ترکیب

مال قابض — مال قابض۔

مالقابض — بنا دیتی ہے۔ جس پر سرکشی کا بھی اشارہ ہے۔ اس

اشارہ سے م ساقط کر دیجئے۔ تو القابض بن جاتا ہے۔

(۲۲) الباسط معما[1]

سوزِ غم کان شعلہ ہائے آتش است در دلِ طالب چرا آساید خوش است

اشارہ — طالب کی تحلیل کیجئے۔ طا لب ہوا دِل طا —

دِل یعنی قلب — (عکس) — کے عمل سے جزو اول — طا — اط ہوگیا۔

آساید — کی تحلیل کیجئے — آس — آید ہوا۔ اب مفہوم کی نزاکت

پر غور فرمایئے۔

ع در دلِ طالب چرا آساید خوش است مصرعہ کا مفہوم یہ ہے

کہ طا کے دِل میں آس اور لب — آید — آجائے تو بہتر ہے۔

آ — اور — ط — کے درمیان — لب اور آس — کو جگہ دیجئے۔

ال ب اس ط — بن جاتا ہے۔

تشریح وظائف کے ذیل میں حضرت سیفی کی رباعی مرقوم ہے[2]۔

---

[1] مبین المعانی (قلمی) ورق ۶۲ ب / [2] مبین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۶۲ ب

(۲۳) الخافض معمّا

می دہد دودِ دلِ محنت نشان از صفا و از جلائے دل نشان[۱]

اشارہ :۔ صفا و جلائے دل کا مطلب ہے کہ صفا اور جلا
کو مقلوب کر لیجئے۔

الج ۔ افص ۔ ہو جاتا ہے۔

نشان دہد کا اشارہ پاتے ہی ان پر عمل تصحیف ۔ یعنی نقطوں
کی تبدیلی لازمی ہو جاتی ہے اور عمل مقلوب اور تصحیف کا حاصل ۔
الخافض ۔ آجاتا ہے۔

(۲۴) الرافع معمّا

دِل از اصل و فرع برکن راست دل باش پیوندِ مراد از خود گسل[۲]

اشارہ :۔ مصرعہ "دِل از اصل و فرع برکن راست دل" پر
غور کیجئے ۔ اصل اور فرع کا دِل ۔ ص اور ۔ ر ۔
برکن ۔ یعنی ساقط کرنا ہے۔ باقی ال فـ ع ۔ ال فع رہ جاتا
ہے۔ راست دِل کا دل را ہے۔ اس کو ال فع ۔ کے درمیان لکھیے۔
۔ ال رافع ۔ الرافع ۔ بن جائیگا۔

(۲۵) المعتز معمّا

ہر کہ باشد در دلش نور الٰہ از دلِ او لمعہ افتد سوئے ماہ[۳]

۱۔ الخافض ۔ عین المعانی ۔ ورق ۶۳ ب / ۶۴ الف قلمی نسخہ

۲۔ الرافع ۔ " " ۶۵ ب / مطبوعہ ص ۶۷

۳۔ [illegible] " ۶۷ الف

اشارہ:— از دل او لمعہ کا لفظی ترجمہ کیجئے۔
از کہ اس کا دل لمعہ ہے یعنی لمعہ کو از کے دل میں جگہ دیجئے:۔

ا — لمعہ — ز — المعز بن جاتا ہے۔

لمعہ — افتد سوے ماہ کا مطلب یہ ہے کہ لمعہ سے سوئے ماہ
یعنی (ماہ کا آخر حرف — ہ) ہ ساقط کرنا ہے۔

المعہ ز — المعز ہ — ساقط کرنا ہے۔

اب المعز بن جاتا ہے۔

(۲۶) المذل معمّا

لذّتِ دِل یافتی چوں با الم [1] یا چنان شوق از محبت نیست غم

اشارہ:— لذّتِ دِل یافتی — یعنی لذّت کا دل۔ قلب تذل ہے۔ چوں با سے مراد ہے کہ ت کی مانند حرف ت ب کی مانند ت — کی۔ جگہ الم کو دیجائے۔ المذل حاصل ہوگا۔

(۲۷) السمیع معمّا

چوں کشادی روے دل اے دیدہ ور [2] می نگر ہر سوئے خورشیدے دگر

تخریج:— روئے دِل۔ یعنی دل کا پہلا حرف د حاصل کیا اور اس کو لفظوں میں لکھا — دال پھر دو کشادی کے اشارہ سے پہلا حرف دَ خارج کیا۔ ال باقی رہا۔

دوسرے مصرعہ میں می نگر — یعنی مَی کو دیکھ۔ مصرعۂ ثانی میں کتنا لطیف اشارہ ہے "ہر سوئے خورشیدے دگر" — بتلا رہا ہے کہ

---

[1] عین المعانی (قلمی) ورق ۶۲ الف [2] عین المعانی (قلمی) ورق ۷۰ الف

حمی کی ہر جانب ایک خورشید ہے۔

خورشید سے کنایہ ہے ۔س اور ع

س اور ع حمی کی دونوں جانب آئے تو س می ع ـ سمیع بن گیا، دوسرے دل کی کشادسے جو آل باقی رہا۔ اس کو سمیع کے ساتھ ملا دیجیے۔ اس ترکیب سے "السمیع" حاصل ہوگا۔

سمیع کے وظائف کے ذیل میں شاہ عیسے جنداللہؒ کی ایک رباعی مرقوم ہے[1]۔

رُباعی

سمعی کہ بحق باز شود حق شنود — باطل چو رسد در نظر اہل شہود
ہر چونکہ برد شاہد مطلق شنود — حق حق بود گرچہ ز ناحق شنود

السمیع کے معمے کے اشارہ کے ذیل میں سماع کے متعلق امام غزالیؒ مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی۔ ملک زادہ مسعود بک شیخ ابوطالب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ان تفصیلات کی اس رسالہ ـ عین المعانی ـ میں گنجائش نہیں ہے ۔

"ایں رسالہ را طاقتِ تحمل آن دلائل مذکورہ بتفاصیل نیست[2]"

"حرمتِ سماع" کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنی ایک تصنیف کا فاضل مصنف نے حوالہ دیا ہے۔

"فرضیۃ سماع و حرمت آن ....

در روضۃ الحسنیٰ مذکور است۔ اگر کسی را حاجت باشد۔ از آں جا طلب باید داشت[3]"

۱؎ عین المعانی مطبوعہ ص ۵، ۲؎ عین المعانی ص ۴۲، ۳؎ عین المعانی ص ۴۴

(۲۸) البصیر معمّا

دار داہل دل زروئے اختیار دیدۂ بیدار در لیل ونہار

تشریح :- روئے اختیار کا اشارہ ہے۔ الف - و اور دیدۂ بیدار کی تشبیہ ص سے دی گئی ہے۔ بیدار کے معنی ہیں بے گھر حرف ب ص کا گھر ہے۔ یعنی ص کو ب اور ے کے درمیان لکھا جائے تو یہ ٹکڑا بصی بن جاتا ہے۔

دیدۂ بیدار در لیل ونہار
بصی

اب بصی در لیل ونہار کے اشارہ پر غور کیجئے۔ لیل کا لام (ل) اور نہار کا ر لیجئے۔ بصی در ل ر — یعنی بصی کو ل اور ر کے درمیان لکھ دیجئے۔

ل - بصی - ر

روئے اختیار کے الف - و - کی ترکیب سے ال بصی ر — البصیر - حاصل ہوگا۔

وظائف کے آخر میں حضرت شاہ موصوف کی ایک رباعی نقل ہے۔

ہمراہ ترا ہنیم وہمزاد ترا !! ہم سہو ترا ہنیم وہم یاد ترا
ہم آتش دلسوز ترا دیدم و خاک ہم آب ترا گویم وہم باد ترا[۱]

(۲۹) الحکم معمّا

ہرکہ او شد در بصیرت برکمال برکمال آمد دلش از روئے حال

تشریح :- برکمال آمد عمل تحلیل سے بر - کم - ل - آمد - ہوا۔

---

[۱] عین المعانی (البصیر معمّا - رباعی) ص ۷۶ [۲] عین المعانی ص ۷۷ قلمی نسخہ ۷۴

اس کا مفہوم یہ ہے کہ :۔ کم پر ال آمد (آیا)
اب ال۔ کم ہوا۔
دلش از روئے حال کا مطلب یہ ہے کہ حال کے رو۔ ح۔
سے اس ۔۔ ال۔کم ۔۔ کا دل ہے۔ یعنی ال ۔ ح ۔ کم۔
اس ترکیب سے الحکم آیا۔

(۳۰) العدل معمّا

عالمے دارند آخر چشم و دل چشم و دل چون تا نمانی پا بہ گل[1]

تشریح ۔۔ عالمے دارند ۔ عمل تحلیل سے ۔
عال می دارند ۔۔ ہو جاتا ہے۔
چشم سے مراد عین ہے اور آخر چشم کا مطلب ہے کہ عال ۔ آل۔ کا آخر حرف ع ہے۔ لہذا العج ہوگیا آخر چشم و دل کا ایک جزو۔ آخر دل باقی رہ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ آخریں دل ہے۔ اب العج د ل ترکیب پاکر اسم مطلوب بن گیا۔

(۳۱) اللطیف معمّا

حال و نقد او طلب در دل گزان اندکے یا شد ترا گنج نہان[2]

تشریح :۔ لفظ حال کا نقد یعنی عددی قیمت دریافت کیجئے تو ۳۹ آتے ہیں۔ یعنی تیس ۳۰ اور نو ۹۔ اب ان اعداد ۔ ۳۰ اور ۹ نے ل اور ط کا اشارہ کیا۔ جو مرکب ہو کر لطا بن گیا اور کا عربی ہے۔

---

[1] العدل ۔ عین المعانی ۔ (قلمی نسخہ) ورق ۷۵ ب / مطبوعہ ص ۷۸

[2] عین المعانی (قلمی نسخہ) ۷۶ ب / ص / ۷۹

دردل کا مفہوم یہ ہے کہ در (فی) کا دل (عکس) طلب کیجئے۔ یف ہوجائیگا۔

اس طرح حال ــ ل ط کی عددی تحویل در (فی) کے عکس کے عمل ترکیب سے ـ ل طیف لطیف ہو گیا۔

" اند کے گنج نہاں " کے لطیف اشارہ پر غور کیجئے۔ حال کے خزانے سے تھوڑا سا حصہ پوشیدہ کرنا ہے ـ اس لئے ح سیاقط کر دیجئے۔

ال ـ ل طیف ــ اللطیف باقی رہ جاتا ہے۔

(۴۲) الخبیر معمّا

صورت شر گر زدل فانی شود یابی از خیر آنچہ مقصود ت بود[۱]

تشریح :ــ " یابی از خیر " کا ٹکڑا خبر دے رہا ہے کہ اس میں معمّا کا حل موجود ہے۔

ترجمہ ـ تدخلہ اور تخرجہ کے عمل سے اسم مطلوب حاصل ہو گا۔

از خیر ــ از کا عربی ال ہوا اور از خیر ــ الخیر بن گیا یا آئی کی شکل بتلا رہی ہے کہ دو حرف ہیں ــ ی ــ ب ـ اور یہ دونوں حرف الخیر میں موجود ہیں ـ ان میں تھوڑی تحریف کر دیجئے اور ب کو ی کے متصل جگہ دیدیجئے ـ الخبیر حاصل ہو گا۔

زیر تبصرہ کتاب میں اس کا اشارہ یوں ہے۔

" از آنچہ مقصود ت بود صورت شر است ـ از دل فانی شود یعنی ل مال ساقط شود ـ یابی از خیر گفتہ

---

[۱] عین المعانی (قلمی) ۹، الف / مطبوعہ ص ۸۲

باخیر تبدیل یابد بلفظ بالخیر۔ تحریر یابد۔

اذخیر کا عربی ترجمہ۔ بالخیر ہے۔ صورت شر یعنی شر کا مشابہ سر ہے۔ اور بالخیر کا ستر ب ہے۔ پہلا حرف ت ب دل ہو جاتا ہے۔ یعنی — ال خ ی ر — کا دِل ب کر دیجئے تو — ال خ ب ی ر حاصِل ہو جاتا ہے۔ الخبیر۔

حضرت عیسےٰؒ کی ایک رباعی تشریح کے ذیل میں مرقوم ہے[1]۔

در ہر ورق سورۃ روئے خوانم — در ہر نقطۂ زلف سطرے دانم
اشیاء بکماہی نشناسد ہر کس — زانرو کہ بذات تست ہمہ ملاحے (ا) ہوانم

(۳۳) الحلیم

معمّا

ماندہ در کنج ریاضت متصل — اہلِ دِل پنہاں سوئے حق میل دلؒ[2]

تشریح:- اہلِ دِل پنہاں ہیں یہ لطیف اشارہ پنہاں ہے کہ اہل کا دل — یعنی — ہ — پنہاں کر دیجئے۔ ال رہ گیا۔

سوئے حق میلِ دِل کے ٹکڑے پر غور کیجئے۔ سوئے حق سے مراد حق کا ح ہے۔

اِس حرف — ح — کا اتصال ال سے کر دیجئے الح ہو گیا۔

میل دل کا ٹکڑا بھی بڑا معنی خیز ہے۔ میل دِل یعنی میل کا مقلوب لیم ہوا۔ جو اس ترکیب سے الح۔ لیم ہو کر الحلیم ہو گیا۔

---

[1] رباعی۔ عین المعانی (قلمی نسخہ) ۸۰ الف / مطبوعہ ص ۸۳

[2] عین المعانی (ق ن) ۸۰ ب / مطبوعہ ص ۸۴

(۳۴) العظیم معمّا

نقدِ عشرت گشتہ گویا در الم ۔ آشکارا بہر ایشان دم بدم [1]

تشریح :۔ نقدِ عشرت حاصل کیجیے تو نوے ۹۰ اور ستر ۷۰ ملتے ہیں۔
اِن اعداد کے حروف ۔ ظ اور ع ہیں۔

۔ نقدِ عشرت گویا ۔ کا اشارہ ہے ۔ کہ نقدِ عشرت ع اور ظ ۔ میں ی ملایئے تو ع ظ ی = عظی ہو جاتا ہے ۔ در الم سے یہ آشکارا ہے کہ اس حاصل کو الم میں رکھ دیجیے۔

اب ۔ ال ع ظ ی م ۔ العظیم ہو گیا۔

(۳۵) الغفور معمّا

ز آتشِ محنت صفائے یافتہ ۔ ہمچو زر در خود ازاں رو تافتہ [2]

تشریح :۔ زر ۔ عین ہے۔ عین کو حرفی شکل ع دی۔ ہم چو زر یعنی عؔ کا مشابہ غ ہے۔

ہم چو عین = ع = غ

غ کی عددی قیمت ہزار نے اسے الف بنا دیا۔ در خود کا مطلب ہے کہ غ اپنے آپ میں داخل ہوا ۔ یعنی الف میں غ داخل ہو کر ۔ ال غ ف ۔ الغفو ۔ حاصل ہوا۔

رو تافتہ کا مفہوم رو کا عکس طلب کر رہا ہے۔ رو کا عکس ور ہے جو ال غ ف کے ساتھ ترکیب پا کر اسم مطلوب بن گیا "الغفور"

---

[1] معین المعانی (قلمی نسخہ) ۸۲ ب / مطبوعہ ص ۸۵

[2] " " " ۸۴ الف / ص ۸۷

(۳۶) الشکور معمّا

از طریقِ اہلِ شک بسیار دور — اہلِ شک را ہے رو دنا چار دور [ع۱]

تشریح:- "اہلِ شک راہے رود" کا مطلب یہ ہے کہ
"اہلِ شک" میں سے "ہ" چلا جاتا ہے۔ تو "ال شک" رہ جاتا ہے۔
"چار دور" کے ٹکڑے پر غور کیجیے۔ چار دال کی عددی قیمت ہے۔
چار دور کا مطلب ہے کہ دور میں سے "د" کم کر دیجیے اور "ور" ال شک
کے ساتھ ملا دیجیے:- ال شک + ور = الشکور بن جاتا ہے۔

(۳۷) العلی معمّا

اے خوش آں کز زاد این رہ برگرفت — گشت یک رو دامنِ رہبر گرفت [ع۲]

اشارہ:- یک رو — یک یعنی ا — (الف)
رو یعنی — شروع میں

اب دامنِ رہبر گرفت پر غور کیجیے۔ دامنِ رہ برگرفت عمل تحلیل سے ہو گیا۔
رہ کا عربی سبیل ہے اور سبیل کا دامن ل ہے۔ جو یک رو
(الف) کے ساتھ مل کر ال ہو گیا۔
اب "برگرفت" لیجیے — بر کا عربی — علی ہے۔
گرفت کا اشارہ بتلا رہا ہے کہ باہم اتصال کرنا ہے۔
لہذا ال علی — العلی — حاصل ہوا۔

ع۱ عین المعانی (قلمی نسخہ) ۸۶ الف

ع۲ عین المعانی (قلمی نسخہ) ۸۷ ب

(۳۸) الکبیر — معمّا

آنکہ خواہد رہ بریں راہ جست — دِل بکل از غیر بردارد نخست[1]

اشارہ: — "رہ بریں راہ" کا ٹکڑا بتلاتا ہے کہ راہ میں سے رؔہ علیحدہ کر دو۔ الف — ا — رہ جاتا ہے۔

"دل بکل" کا اشارہ ہے کہ بکل کا دل — عکس — لیجئے جو لکب ہوتا ہے۔ الف کے شریک ہونے سے الکب بنا۔ "غیر بردارد نخست" کا مطلب یہ ہے کہ لفظِ غیر کا نخست — پہلا حرف — غ — نکال دیجئے۔ یر رہ جاتا ہے۔ اس طرح پورا مرکب — الکبیر — حاصل ہوتا ہے۔

(۳۹) الحفیظ — معمّا

ہست سیر اہلِ دل از حد برون — بسپرد یک لحظہ راہے در درون[2]

اشارہ: — "از حد برون" پر غور کیجئے۔ از سے اس کی حد یعنی زؔ کو برون یعنی ساقط کرنا ہے۔ اس عمل سے الف حاصل ہوتا ہے۔

"یک لحظہ راہے" کا اشارہ ہے کہ۔ لحظہ کا ھ (ہ) علیحدہ کر دیجئے۔ تو لحظ حاصل ہوتا ہے۔

"در درون بسپرد" بھی اسی امر کا لطیف اشارہ ہے۔ اب الحظ بن گیا۔

— در درون — کا معرب فی ہے اور در درن سے یہ مقصود ہے کہ فی کو حی (ح) اور ظے (ظ) کے درمیان رکھ دیجئے —

ال ح فی ظ — ال حفیظ — الحفیظ بن جاتا ہے۔

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۹۵ ب / مطبوعہ ص ۹۳

[2] ″ ″ ۹۶ الف / ″ ۹۵

(۱۰) المقیت معمّا

چشم بر اوجِ شرف در کار خویش تا بآں واصل کند مقدارِ خویش [۱]

اشارہ :- اس معمے کا حل دوسرے مصرع میں ہے۔
تا کا عربی الی ہے۔ بآں واصل شود کا مطلب ہے۔ کہ اس کے ساتھ مل جاتا ہے۔
الی کے ساتھ ت ملی تو الیت حاصل ہوا۔
مقدارِ خویش کے مفہوم پر غور کیجیے۔ عمل تحلیل سے یہ ٹکڑا
(مق - دار - خویش)
بن جاتا ہے۔ دارِ خویش یعنی اپنا گھر ہے
مقدارِ خویش - مق - دار خویش = اپنا گھر - کا اشارہ کر رہا ہے۔
مفہوم یہ ہے کہ مق - کو اپنے گھر میں رکھئے یعنی الیت کے درمیان جگہ دیجیے۔
الیت - ال - می ات - مق - المقیت - حاصل ہوا

(۱۱) الحسیب معمّا

نیست مطلوب از دل و جان رو نہاں زاں سبب دل بے خود است اندر جہاں [۲]

اشارہ :- "از دل و جاں رو نہاں"

از دل رو نہاں - دل کا رو نہان ہوا - دل کا د - یعنی دٓ
ساقط کرنے سے ل = لام باقی رہا - اس پر دل (عکس - قلب) کا عمل
ہوا تو ال بن گیا - اب ال کا رو نہان ہوا تو آل حاصل آیا۔
اب جاں رو نہاں کو لیجیے - جان کا مترادف روح ہے - اس کا

---

[۱] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق نمبر ۹ الف / مطبوعہ ص ۹۷
[۲] " " " ۹۵ ب / " " ۹۹

ردّ نہاں کرنے سے تج باقی رہ جاتا ہے۔
از دل وجاں رو نہاں ۔ کے عمل مذکور سے "الح" حاصل ہوتا ہے۔

سبب دِل بے خود ۔

سببِ دل بے خود' کا مطلب ہے۔ کہ بے سبب کا
دِل ہے۔ روئے نہاں کے اشارے سے بتے کا پہلا حرف ب ساقط
ہو جاتا ہے تو حرف تی رہ جاتا ہے۔

سبب ۔ س ب ۔ ب = س تے ب
ب دل ہے ب ساقط
بے رو نہاں

الحاصل ۔ س ے ب = سیب۔

الح کے ساتھ مل کر سیب الحسیب بن گیا۔

(۴۲) الجلیل معمّا

دِل جلا گر یا بد' آخر روئے یار زاں جلا ظاہر شود بے اختیار[1]

اشارہ ۔ دِل جلا کا اشارہ ہے کہ جل کا مقلوب پایئے تو

الج ملتا ہے (یابد) گر ۔ لو (عربی)

روئے یار کا اشارہ ہے کہ تو کا آخری حرف تی ہے۔ واؤ نہیں ہے۔
جب واؤ تبدیل ہو جاتا ہے۔ تی سے تو الجلی بن جاتا ہے۔

الج + لو = الج + ل ی = الجلی

دل جلا کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جلا کا دل یعنی ل لیجئے اور

---

[1] ملہ عین المعانی (قلمی نسخہ (۹۷) الف / مطبوعہ ۱۰۰

دل جلا آخر کا مطلب ہے کہ جلا کا دِل یعنی ل کو آخر میں رکھ دیجیے

الجلیل حاصل ہو گیا۔

تشریحات کے ذیل تفسیر انوار الاسرار کا حوالہ دیا ہے کہ:۔

"در تفسیر انوار الاسرار کا حسن طریق مبین است۔ از

انجا تتبع باید نمود"[1]۔

(۴۳) الجمیل[2] معما[3]

دِل جلا یابد اگر گردد سلیم   پس شود روئے جمال حق مقیم

اشارہ:۔ دِل جلا یابد۔ یعنی جِلا دل (تقلیب/عکس) کا

اشارہ پاکر اجم بن گیا۔

گردد سلیم۔ یعنی سلیم پھر جاتا ہے تو میلس بن جاتا ہے۔

اجم اور میلس ترکیب پاکر الجمیلس بن گئے۔

پس شود۔ پس یعنی آخر شود ہو جاتا ہے۔ مفہوم یہ

ہے کہ "پس" ساقط ہو جاتا ہے۔

ترکیب کے حاصل کا پس یعنی آخر س ہے جو "پس شود"

کے اشارہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور ساقط ہو کر الجمیل چھوڑ جاتا ہے۔

(۴۴) الکریم معما[4]

در فقر او از ہر کہ پرسیدم نشان   گفت اگر پرسی بپرس از بحر جان

---

[1] عین المعانی مطبوعہ ص ۱۰۱

[2] عین المعانی قلمی نسخہ آصفیہ میں الجلیل کے بعد ص ۹۹ پر الواسع ہے

[3] عین المعانی مطبوعہ ص ۱۰۲   [4] عین المعانی ص ۱۰۴

اشارہ :۔ "اگر پرسی" عمل تحلیل سے تین جز و میں بٹ جاتا ہے۔

اگر ۔ پرَ ۔ سی ۔

اب اگر کو بجنسہٖ لے لیجئے۔ سی کا مطلب ہے۔ تیس ۳۰ اور لام (ل) کی عددی قیمت بھی تیس ۳۰ ہے۔ اس لئے سی کے بدلے لام (ل) لے لیجئے۔

یہ سی ۔ (= ۳۰ = ل) = ل اگر (اکر) میں داخل ہوکر ال کر ۔ اکر بن گیا۔

بحر کا مترادف یم ہے۔ اکر کے ساتھ یم مل کر اس بحر رحمت کا اسم شباتی و جمالی ۔ الکریم ۔ حاصل ہوا۔

(۵۹) الرقیب معمّا

سال و مہ چوں در طلب بے پا و سر باشی الافقر اندکے یابی خبر[۱]

اشارہ :۔ قلمی نسخہ آصفیہ میں اس کا حل یوں ہے۔

"سال و مہ چون در طلب گفتہ و سال دری کہ مہ باشدت ادست خواستہ۔ چون در طلب گفتہ واز دری خواستہ۔ چون فی سارقی شدہ۔ بے سر و پا ہر یک بمعنی دیگر بے سراست یعنی سں (سین) ساقط شود و بے پائے اوشدہ۔ الرقیب۔ ترتیب یابد"۔

سال و مہ در طلب گفتہ ۔ سال بجنسہٖ لے لیجئے۔

دری کہ مہ باشد یا دست۔ یعنی دری جو مہ کا مبادلہ ہے بے پاو سر ہے۔

---

[۱] عین المعانی مطبوعہ ۱۰۵ ۔ ۱۰۷

(در ی / سر پا) = دری کو بے پا و سر کر دیجئے تو صرف آ ره

جاتا ہے۔ جو سال کے ساتھ مِل کر سا آر بن جاتا ہے۔

در عربی میں فی ہے۔ اسم مطلوب کے لئے قی چاہیئے۔ چون

در طلب گفتہ۔ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ در کا یعنی فی سکا

چون یعنی ہم شبیہ قی لیجئے۔ تو سارقی بن جاتا ہے۔

در — فی چون در — فی۔

سار + قی — = سارقی۔

بے سر و پا کے بلیغ جز و کو دیکھیئے۔ کتنا لطیف اشارہ ہے کہ عمل مذکور کا

حاصل۔ سارقی بے سر ہے اور اس کا پا بے ہے۔

بے سر و پا — بے سر — سر نہیں ہے۔

بے پا — پا بے ہے۔

سارقی (سر / بے) + پا (بے) = ب

یعنی س سا قط کر کے ب آخر (پا) میں لگا دیا گیا ہے۔ الرقیب

بن جاتا ہے۔

(۴۶) المجیب معمّا

در عترت چوں گریباں گیر گشت رایت حاجت ز گردوں در گذشت[1]

اشارہ:- دو دو گریباں کے مترادفات آلم اور جیب ہیں۔

جب دونوں گریباں گیر ہوئے تو المجیب حاصل آیا۔

---

[1] عین المعانی مطبوعہ ص ۸۰

(۴۷) الواسع معمّا

بادشاہِ فقر را در ملک جاں ہست پے در پے لوا خورشید ساں

اشارہ:- پے در پے لوا ـــ یعنی دو لوا ۔ ایک کے بعد ایک۔

خورشید ساں یعنی دو خورشید بھی ایک کے بعد ایک ۔

لوا یعنی علم اور علم سے مراد الف ـ (ا) ہے ۔ دوسرا لوا ویسا ہی رکھیے تو اوا ہو گیا ۔ اب (پے در پے لوا) اس عمل سے (اوا) بن گیا ۔

خورشید سے کنایہ ہے ۔ حرف س اور ع دو خورشید یعنی س اور ع ایک دوسرے کے بعد آئے اور سع بن گیا ۔

دونوں عمل کا حاصل ترکیب پاکر اواسع بن گیا ۔ وظائف کے ذیل حضرت سیفی کی ایک رباعی مندرج ہے[1] ۔ مگر مطبوعہ نسخہ میں نام کی صراحت نہیں ہے ۔

(۴۸) الحکیم معمّا

چرخ کحلے کردہ افسر خاک پاش بود دریا یک تم از ایں عطاش[2]

اشارہ:- چرخ کحل کردہ ۔ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کحل کو مقلوب ـ (چرخ) کیا جائے تو حکک حاصل ہوتا ہے ۔ افسر کو خاک پاش کرد ۔ یعنی تحلیل کرد ۔ تو "اف ـــ سر ـــ ہوا" اور اف کا پہلا حرف الف (ا) حاصل کیا تو احکک بن گیا ۔

دریا کا عربی مترادف یم لیا اور احکک کے ساتھ جوڑ دیا ۔

---

[1] عین المعانی قلمی نسخہ ورق ۹۸ [2] عین المعانی (قلمی) ۹۹ ب

تو الحکیم بن گیا۔

وظائف کے ذیل میں حضرت شاہ عیسیٰ کی ایک رباعی مندرج ہے۔

درزلفِ بتاں کفر عیاں است و عیاں نورِ رخ شان عین ہدایت بیاں

تفریق از ان ہر دو بود دلیل وضحیٰ القصہ نشانِ نشان است نشان[1]

(۴۹) الودود معما

زراگر گیرد یکے باشد چو خاک نیست چوں بآں دلاورزاں چہ باک[2]

اشارہ۔ نیست چوں بآں ۔ نے ست کا نے لیکر آ

مفہوم لیا۔ اس کا مقلوب آل حاصل ہوا۔

بآن۔ یعنی ب اور آن ۔ یعنی ب اور وہی یعنی پھر ب

اب ڈو ب حاصل ہوئے ۔ ہر ایک بے (ب) کے عدد حاصل

کئے تو دو ۔ دو ۔ حاصل ہوئے۔

دلاور کے دل کا اشارہ ہے کہ دو ۔ دو کو مقلوب (دل)

کیا جائے۔ تو ود ۔ ود حاصل ہوگا۔ آل پہلے سے موجود ہے۔

سب کو یکجا کرنے سے ال ود ود ۔ الودود حاصل ہوا۔

(۵۰) المجید معما

جملہ را دل جوی و رہبر دستگیر فیض بخش عالم از نور ضمیر[3]

اشارہ ۔ جملہ را دل کا اشارہ کتنا لطیف ہے جملہ را کو

مقلوب کیجیے ۔ ا د ہ ل م ج حاصل ہوا۔

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ۱۰۰ ب [2] عین المعانی ص ۱۱۲ [3] عین المعانی ص ۱۱۴

لفظ رہبر — رہ بر — کہنے سے مطلب یہ ہے کہ رہ کو بر کردیجیے۔ یعنی رہ کو برطرف کردیا جائے۔

جملہ لا کے دل سے لفظ رہ برطرف کرنا ہے۔ حاصل علی الملج آیا۔
(ا ر ہ ل ا م ل ج)
دستگیر کے معنی ہیں۔ دست گیر یعنی ہاتھ تھام لیجیے۔ اب ہاتھ کا عربی ید ہے۔ ید الملج کے ساتھ ترکیب پاکر المجید ہوگیا۔

(۵۰) الباعث معمّا

کردہ بر بالائے چرخ آرام گاہ   گشتہ نقدِ عرش از لطفِ الٰہ [۱]

اشارہ — بالا کی تحلیل کیجیے۔ دو جزو حاصل ہوئے۔ با — لا
بر بالائے چرخ کا اشارہ ہے کہ لا کو چرخ (مقلوب) یعنی ال کرکے با پر کردیجیے۔ حاصل — ال — با — = البا ہوگا۔

اس طرح بر بالائے چرخ کے اشارہ سے البا حاصل ہوا۔
اس میں نقدِ عرش کا اضافہ کرنا ہے۔ عرش کے اعداد ۵۷۰ ہوتے ہیں — ۵۷۰ کے حروف ع اور ث آئے۔ جو ال با کے ساتھ ترکیب پاکر — ال با ع ث — الباعث بن گئے۔

(۵۱) الشہید معمّا

باالہش دلِ دل از یاد جہاں   بر گرفتہ آشکارا و نہاں [۲]

اشارہ: — الہش کی تحلیل کیجیے۔ دو جزو { ال / ہش } حاصل ہوئے
ہش دل یعنی ہش کو قلب کیجیے۔ شہ حاصل ہوا۔ اب
ال شہ — الشہ بن گیا۔

---

[۱] عین المعانی ص ۱۱۵   [۲] عین المعانی ص ۱۱۶

دِل از یاد بر گرفتہ یعنی یاد کا دل ـــ الف ـ علیحدہ کر دیجئے
ید رہ جائیگا ـ پورا عمل ترکیب پاکر ال شہ ید ـــ الشہید بن گیا ـ

(۵۳) الحق معمّا

فیضِ عام او کہ ہر جای رسد ۔۔۔ انچہ ہم سوے دِل ہای رسد[1]

اِس معمّے کا حل دِلہا میں ہے ـ دل کے کئی مترادفات ہیں
مثلاً قلب ـ حشا وغیرہ ـ

سوئے دِلہا کا مقصد ہے کہ دل کے مترادفات کا ایک رُخ
لیا جائے ۔ حشا ـــ دل ـــ قلب ـــ حشا کا ایک رُخ
الف (ل) لیا ـ دِل کا ایک رُخ ل لیا ـ ال ہو گیا ـ
پھر حشا کا اوّل رُخ ـ ح لیا ـ اور قلب کا اوّل رُخ
ق لیا ـ ح اور ق مل کر حق بنے ـ
ال اور حق کی ترکیب سے الحق ہو گیا ـ

(۵۴) الوکیل معمّا

تاجِ خود کردہ ملوک از خاک پا ۔۔۔ بودہ جیل سرکشاں او را گدا[2]

اشارہ :ـ اس شعر میں دو اصطلاحیں قابل غور ہیں ـ
(۱) تاج (۲) خاک لفظ سر کے لیے تاج اور آخر لفظ "پا" کے
کے لیے خاک اصطلاح ہے ـ

شعر کے معنی پر غور کیجئے ـ ملوک خاک پا را تاج خود کردہ
یعنی لفظ ملوک نے خاک پا کو سر کا تاج بنا یا ـ

---

[1] عین المعانی ص ۱۱۸ [2] عین المعانی ص ۱۱۹

ملوک کا تاج ــ م ــ ہے اور پا کا خاک لے ہے۔ ملوک کے تاج ــ م ــ نے پا کے خاک ــ ا ــ کو جگہ دی۔ اس عمل سے ملوک ــ الوک ہو گیا۔

خیل سرکشان میں اشارہ ہے کہ خیل کا تاج اسقاط کریں یل رہ جاتا ہے۔ الوک اور یل ل کر الوکیل ہوئے۔

(۵۵) القوی معما

دایم از خلق نکو دل جوئے خلق سوئے خالق روئے اوئے کو خلق[۱]

اشارہ:۔ سوئے خالق روئے اونے سے مطلب ہے کہ سوئے کا پہلا حرف ــ س ــ ساقط ہے۔ اب ــ وے خالق ــ رہ گیا۔ مگر خالق روئے او کا مطلب ہے کہ اس میں خالق اوّل ہے۔ اس طرح خالق وے ہو گیا اور لفظ "خالقوی" بن گیا۔

خالق اونے روئے کا مطلب ہے کہ خالق کا رو یعنی پہلا حرف خ نہیں ہے۔ لہذا۔ خالقوی کا خ ساقط ہو کر "القوی" بن گیا۔

(۵۶) المتین معما

در پناہِ فیضِ او از صد بلا دل سلامت دیدہ آخر خویش را[۲]

اشارہ:۔ سلامت تحلیل ہو کر دو جزو ہوئے ــ سلا ــ مت دل سلا کا مطلب ہے کہ سلا کو مقلوب کیا جائے۔ سلا مقلوب ہو کر آلس بنا۔

سلامت دیدہ آخر خویش را کا مطلب ہے کہ۔ آخری حرف

۱؎ عین المعانی قلمی ورق ۱۰۵ ۲؎ عین المعانی۔ قلمی) ورق ۱۰۶ / مطبوعہ ص ۱۲۲

س خود کو سلامت پاتا ہے۔

الس کا س خود کو سلامت پاتا ہے۔ یعنی ملفوظی شکل میں سین بن جاتا ہے۔ ال — سین

سلامت دیدہ آخر خویش را کا مطلب ہے کہ اپنے آخر کو سلامت رکھتا ہے۔ خود موجود نہیں رہتا۔

لہذا سین سے س نکالے تو ین رہ گیا۔

سلا کی تحلیل اور ترکیب کے عمل سے دو ٹکڑے ہوئے — ال / ین

دل سلامت کا اشارہ ہے کہ مت اس کا دل ہے یعنی ال اور ین کے درمیان دل — مت — ہے۔

لہذا — ال — مت — ین — = المتین حاصل ہوا۔

وظائف کے ذیل میں حضرت شاہ عیسےٰؒ کی ایک رباعی مرقوم ہے۔[1]

ساعی بہ دلت چند رسد زخم زغیر | ہاں ہاں نبود غیر وجودی تو بسیر
از خود گذر اے بوالہوسی لاف زنی | زیرا کہ خدا محض وجود است بہ خیر

الولی (۵۷) معمّا

دیدہ فانی خویش را از فوت خویش | لوح خالی ساختہ از نقش خویش[2]

اشارہ: — مصرعہ اول کا مطلب ہے کہ را کے پہلے حرف ر کو فوت کیا۔ تو آ باقی رہا۔

لوح خالی ساختہ سے مراد ہے کہ لوح سے ح ساقط ہوا۔ الف (لو) اور لو کو ملا کر الو حاصل ہوا۔

---

[1] رباعی — عین المعانی مطبوعہ ص ۱۲۳ قلمی ۱۰۷ الف۔
[2] معما اولی ۔ ۱۰۷ ب قلمی / ص ۱۲۳ مطبوعہ۔

ی ساختہ سے مراد ہے کہ اوّل حاصل — او — کو ی کے ساتھ ترکیب دیجئے۔

او کو ی میں ملا دینے سے اولی حاصل ہوا۔

اشارہ کے ضمن میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ:۔

(۱) ولایت نبوت سے افضل ہے یا (۲) نبوت ولایت سے افضل ہے۔

اس باب میں مختلف بزرگانِ کرام کی تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے۔ حضرت شاہ شاکر عارف باللہ — مرشدِ مصنّف — کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں۔

(۵۸) الحمید معمّا

کعبۂ کر لشر، بہشتِ جا وداں جائے دِل آخر ہماں باید بداں

اشارہ:۔ جائے دل کہا اور جائے کا دل یعنی الف لیا۔

آخر ہماں اشارہ ہے کہ پھر جائے لیا جائے۔

جائے کا عربی محل ہے۔ اب محل لیا اور محل دل کا مطلب ہے کہ محل کو دل مقلوب کیا جائے تو لحم = ل ح م — حاصل ہوا۔

پہلے اور دوسرے عمل کے نتیجہ میں ا اور لحم حاصل ہوئے۔ اب پورے مصرعہ ثانی پر غور کیجئے۔

جائے دل آخر ہماں باید بداں الحم ———— باید بداں

الحم باید بداں کا مطلب ہے کہ الحم کو ید کے ساتھ جانئے۔ الحم کو

ع۱ معما اولی عین المعانی ص ۱۲۷

یدٌ کے ساتھ ملانے سے الحمید حاصل ہوگا۔

(۵۹) المحصّی معمّا

دِل برد آخر سوئے مقصود پے [1] چوں بود در اصل محکم روئے وے

اشارہ — اصل محکم — میں تحلیل اور ترکیب کا عمل ہے
اصل محکم — تحلیل ہوکر اصل حِ کم ہوا۔

دل برد کا مطلب ہے کہ اصل کا دِل — ص — چلا جاتا ہے۔
صرف ال رہ جاتا ہے۔ اس کو حِ کے ساتھ ملایا تو الح حاصل ہوا۔

دِل برد آخر سوئے مقصود پے کا مطلب ہے۔ دِل یعنی ص جو
اصل کا وسطی حرف — دِل — ہے۔ آخر میں مقصود کی طرف رہنمائی
کرتا ہے۔ اس اشارہ سے المص حاصل ہوا۔

اب کم روئے وے کو دیکھیے۔ وے کا روئے یعنی و (واؤ)
کم کردیجئے — ے رہ گیا۔ جو المص کے ساتھ مل کر "المصی" ہوگیا۔

(۶۰) المبدی معمّا

عابدے کو عالم آمد سوئے او ست [2] روئے دلہا قبلۂ جاں از قفا ئے ست

اشارہ: — عابد کو عالم آمد کا مطلب ہے کہ عابدے کے عا پر
تم آیا۔ یعنی عابدے کا عا ہٹ گیا اور اس کی جگہ تم آکر
لم بدے = "لمبدی" بن گیا۔

روئے او سے مطلب ہے کہ آو کا الف — ا ء — اسکا
روئے دلہا اور قبلۂ جان بن گیا۔ یعنی المبدی حاصل آیا۔

---

[1] عین المعانی (قلمی) ۱۱۵ الف [2] عین المعانی (قلمی) ورق ۱۱۶

(۶۱) المعید معمّا

ہم چنیں عالم اگر آید بدست — سر برہنہ برپائے دے ہر جا کہ ہست[1]

اشارہ :- اِس شعر میں دو اشارے ہیں (۱) عالم اگر آید بدست (۲) سر برہنہ پائے وے ۔

سر برہنہ پائے وے "میں وے کا اشارہ عالم کی طرف ہے ۔اس کے سر — ع — کو پیر کی طرف رکھ دیجئے ۔ الم ع — المع ہو گیا ۔

عالم اگر آید بدست کا مطلب ہے کہ عالم کا مذکورہ بالا حل کا نتیجہ یعنی ال مع — المع — اگر دست یعنی ید کے ساتھ آئے تو مقصود حل ہو جاتا ہے ۔ المع اور ید ترکیب پاکر المعید بن گئے ۔

(۶۲) المحی معمّا

حال محرمان بنگر اے دل بہ پیش — فکر کن بنگر چہ رہ داری بخویش[2]

اشارہ :- حال محرمان کہا اور محرمان کو تحلیل کیا تو دو جزو آئے — مح — رومان ۔ حال اور مح مل کر حال مح — حالمح ہو گئے ۔ لفظ رومان کے اشارہ سے پہلا حرف — ح ۔ ساقط ہو گیا تو — المح — رہ گیا ۔

دل بہ پیش کا مطلب ہے کہ پیش کا دل ی لے کر المح کے ساتھ ملائیے تو — المحی — حاصل ہو گا ۔

---

[1] عین المعانی (قلمی) ورق ۱۱۲ الف

[2] عین المعانی قلمی ورق ۱۱۲ ب مطبوعہ ص ۱۳۴/۱۳۵

(۶۳) المميت — معمّا

گر تو خواہی تخم حرماں کاشتن [1] دائمست خواہد پریشاں داشتن

اشارہ: — تحلیل سے دائمست کے دو جز و ہوئے — دا — ممیت
دا کا عربی الم ہے اور ممیت پریشان ہو کر ممیّت ہو گیا اور دونوں
الم اور میّت — مل کر الممیت بن گئے۔

(۶۴) الحی — معمّا

اے کہ داری مخزنِ نقد ازل [2] حیف باشد صرف کردن بے عمل

اشارہ: — نقد ازل کا مفہوم یہ ہے کہ ازل کا نقد — اعداد
لیے جائیں — ازل — ۳۸   ل — ۳۰
ح — ۸

دونوں ترکیب پاکر ح حاصل ہوا۔ " اے کہ داری مخزنِ نقد ازل "
مصرعہ کا اشارہ ہے کہ نقد ازل کا مخزن لفظ اے کو بنایا جائے
یعنی ح کو اے کے درمیان رکھ دیا جائے۔ اس عمل سے
الحی حاصل ہو گا۔

(۶۵) القیّوم — معمّا

چوں خور و خواب تو تخم غم فزود [3] ہرچہ می کاری ہماں خواہی درود

اشارہ: — خور — آفتاب — کا عربی مترادف — عین —
ہے۔ تخم غم فزود کا اشارہ ہے کہ اس پر تخم غم کا غین کا نقطہ اضافہ کیا

---

[1] عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۱۱۹ / مطبوعہ ۱۲۵
[2] " " ص ۱۲۷
[3] " " ورق ۱۲۴ الف / مطبوعہ ۱۴۰

غین ہوگیا۔

غ کے اعداد ہزار ہوتے ہیں۔ ہزار کا عربی الف حاصل کیا۔ اس پر بھی تخم غم یعنی ایک نقطہ بڑھایا تو الق ہوگیا۔

اب خواب کر لیجئے۔ خواب کا عربی مترادف نوم ہے۔ نوم پر تخم غم یعنی نقطہ بڑھانے سے قوم ہوگیا اور قوم عملِ تصعیف سے یوم ہوگیا۔

اب الق اور یوم ترکیب پاکر القیوم بنا۔

(۶۶) الواجد معمّا

رشتۂ جان راز فکر نا صواب — جاودان یابی دلا بر پیچ و تاب [1]

اشارہ:۔ جاوداں یابی دلا کر تحلیل کیجئے۔ ذیل کے اجزاء حاصل ہوتے ہیں۔ جا و داں یا بی دلا۔

اِن اجزاء کو غور سے پڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جاؤ کو دلا پالینا ہے۔ لہٰذا جاؤ کو دلا میں رکھنا ہے۔ اس عمل دخل سے دجاؤلا ۔۔ بن گیا۔

بر پیچ کا لطیف اشارہ یہ ہے کہ حاصلِ عمل کو مقلوب کیا جائے دجاولا ۔۔ کو مقلوب کرنے سے الواجد حاصل ہوا۔

(۶۷) الماجد معمّا

تا لبش جان را نہ داند سرکشی — تا نیفتد ناگہاں در آتشی [2]

اشارہ:۔ تا لبش جان کا اشارہ ہے کہ لفظ جان کو مقلوب

---

[1] عین المعانی ص ۱۲۷ الف

[2] عین المعانی (قلمی) ورق ۱۲۸ مطبوعہ ص ۱۴۳

کیا جائے۔ اس عمل سے ناج ــــ حاصل ہوا۔

سرکشی کا مطلب یہ ہے کہ ناج کا پہلا حرف ــ ن ــ ساقط کر دیا جائے ــ تو ــ اج ــ رہ جاتا ہے۔

نداند کے عملِ تحلیل سے دو اجزاء آئے۔ ندا ــــ ند۔
ندا پر سرکشی کا عمل ہوا اور ن کے ساقط ہونے پر دا حاصل ہوا دا کا عربی مترادف الم ہے۔

الم اور اج ــ ترکیب پا کر الماج بن گئے۔ ند پر سرکشی کا عمل ہوا تو حرف د رہ گیا ــ جو الماج کے آخر میں جا کر اسمِ مطلوب ــ الماجد بن گیا۔

(۶۸) الواحد معمّا

سوز داز اندوہ سراپائے خویش ۔۔۔ گر بہ بیند یک بہ یک ماوائے خویش[۱]

اشارہ: ــ دوسرے مصرعہ میں اس کا حل موجود ہے۔

"گر یک بہ یک ماوائے خویش بہ بیند"

کا مطلب یہ ہے۔ گر یک یک میں اپنی پناہ (ماوا) تلاش کرتا ہے۔ گر کا عربی لَو ہے۔ یک سے مراد ہے ــ الف ــ (۱) اور دوسرے یک کا عربی مترادف واحد ہے۔

اب لَو الف اور واحد کے درمیان اپنا ماوا پاتا ہے۔ گویا لو کو الف اور واحد کے درمیان رکھ دیجئے تو "الواحد" حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ عین المعانی ورق ۱۲۹ / ص ۱۵۱

۲۔ عین المعانی (قلمی نسخہ) ورق ۱۳۰ ب / مطبوعہ ص ۱۴۲

(۶۹) الاحد معمّا

حالِ دل درد آکہ دارد انقلاب ہست دائم از ازل در اضطراب[1]

اشارہ :۔ حالِ دِل کا اشارہ ہے کہ حاؔل کو دل یعنی مقلوب کیا جائے تو لاح بن جاتا ہے۔

حال دل یعنی لاح درد آ ہے یعنی لاح دآ میں ہے۔
دآ کو دل کے اشارے سے آد کیا۔ اب آد اندر لاح رکھنا ہے۔

دآ کا دِل ــــ مقلوب ــــ آد در ــــ اندر
الآحد ــــــ الاحد حاصل ہوا۔

(۷۰) الصمد معمّا

از فرازِ بارگاہِ عزّ و جاہ افگند دل را ازل در خاکِ راہ[2]

اشارہ :۔ ازل دل را افگند در خاک راہ

ازؔل کا دِل ز ہے۔ در خاکِ راہ افگند کے اشارے سے ز ساقط ہو جاتا ہے۔ اور حاصل اؔل رہ جاتا ہے۔

باعتبار طریق خاک رہ کہہ کر ق مراد لیا۔ ق کے عدد ۱۰۰ ہوتے ہیں۔ اس سے صد لیا۔

اب اؔل کا دل یعنی ز خاکِ راہ یعنی صد میں ڈالا گیا۔ تو صـ ز ـد ـــ صمد بن گیا۔ اؔل پہلے حصّہ کے ساتھ مل کر الصمد بن گیا۔

---

[1] عین المعانی قلمی ورق ۱۳۰ ب مطبوعہ ص ۱۴۶
[2] " " ۱۳۲ الف / ص ۱۴۸

(۷۱) القادر معمّا

بر دلِ غافل کہ از حرمان خروش است[1] ہست نقش یک بیک باآں خروش است

اشارہ: — مصرعۂ ثانی میں نقش یک بہ یک نہایت اہم جزو ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ایک کا نقش دوسرے پر۔

پہلے یک سے الف لیا۔ الف کا نقش یعنی نقطہ زیادہ کرنے سے۔ الق ہوا۔ دوسرے یک سے الف (لی) مراد لیا۔

الق اور لی کو نقش یک بہ یک کے اشارہ سے ملا یا مصرعۂ ثانی کا دوسرا جزو — باآں خروش است — بھی نہایت بلیغ ہے۔ یعنی ب کو بھی اسی طرح ایک کے بعد ایک حاصل کرنے کا اشارہ ہے۔

عملِ بالا کے مطابق پہلا ب ملفوظی با لیا اور دوسرا ب مکتوبی ب لیا۔ جو ترکیب پاکر باب بن گیا۔

باب کا فارسی در ہے۔ لہٰذا القا کے ساتھ در مل کر القادر بن گیا۔

(۷۲) المقتدر معمّا

گشتہ حرص و آز و غفلت غالبش[2] مقتدائے بے حد از ہر جانبش

اشارہ: — مقتدا کی تحلیل سے دو جزو حاصل ہوئے۔

مقت — دا

ان اجزا میں سے مقت حاصل کیا۔ مقت کے دونون

---

[1] عین المعانی (قلمی) ۱۳۴ / مطبوعہ ۱۵۱

[2] " " (") ورق ۱۳۷ ص ۱۵۳

جانب دائے ۔ لائے ۔

دا ـــــ مقت ـــــ دا

دا کے ہم معنی الفاظ ـــــ الم

اور درد ـــــ ہیں ۔

اور دائے بے حد کا یہ مطلب ہے کہ دونوں دا ۔ الم

دونوں بے ہیں اور درد ۔ الم کی حد ہم

درد کی حد د

الم کا م اور درد کی دگر کر دونوں آل اور در حاصل

آتے ہیں دائے بے حد از ہر جانبش ش / مقت

ال در

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آل اور در مقت کے دونوں طرف

ہیں لہٰذا ال مقت در ـــــ = المقتدر آیا ۔

(۷۳) المقدّم معمّا

بایکے گر باشد آخر روے ماہ ماہ چرخ از در آید سوئے ماہ

اشارہ :۔ ذیل کے ٹکڑوں پر غور کیجئے :۔

(۱) بایکے گر باشد (۲) آخر روئے ماہ

بایکے گر باشد کا مطلب ہے کہ ایک ـــ (الف = ا) کے

ساتھ گر ہے ۔ گر کا عربی تو ہے ۔ تو حاصل الو ہوا ۔

---

* ملا عین المعانی قلمی ۱۳۸ ب / مطبوعہ ۱۵۵

مگر اشارہ ہے کہ "بایکے گر" کا آخر روئے ماہ ہے۔ روئے ماہ
سے مراد م ہے۔
مذکورہ بالا اشارہ سے اگو کا و ساقط ہوگیا اور باقی
اگ م کے ساتھ مل کر اگم بن گیا۔
"قدر آیدؔ کے اشارہ پر" قدر" کو لیا اور اگم کے ساتھ جوڑ دیا
المقدر بن گیا۔
لیکن آخر روئے ماہ کے اشارہ سے ظاہر ہے کہ آخر حرف
م ہے۔ ر نہیں ہے۔ لہذا ر کو ہٹا کر م رکھا تو اسم مطلوب المقدم
حاصل ہوا۔

(۴۷) المؤخر معمّا

دو بہر جا نقص دین داری بود ناقصِ از علم و خرد عاری بود[1]

اشارہ :- ناقص از کا اشارہ ہے کہ از سے الف (ا) حاصل کیا جائے۔

"علم و خرد عاری" اشارہ کا مطلب ہے۔ علم و خرد عاری ہے
یعنی علم و خرد کے اطراف کے حروف ساقط کرنے ہیں۔ لہذا علم سے
ع اور خرد سے د ساقط کر دیا جائے تو لم اور خر رہ جاتے ہیں۔
اور ناقص از کے حاصل ا کی ترتیب سے ا۔ لم و خر بن جاتا ہے۔
اس طرح اسم مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

ا۔ لم و خر ــــ المؤخر

---

[1] عین المعانی قلمی ام ا ب / مطبوعہ ص ۱۵۷

تشریحات کے آخرین قوسِ فکر بنا ہوا ہے۔[1]

معمّا (۵) الاوّل

یک دل و یک رو گر آید خاک راہ　　باشدش بر اوجِ عزت بارگہ[2]

اشارہ :۔ گر کا عربی تو ہے۔ یک کا کنایہ سے مطلب ہے کہ ایک ۔ ا

مصرعۂ اوّل کے جزو ” یک دل و یک رو گر“ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گر یعنی تو کا ایک الف دل ہے اور ایک الف رو یعنی اوّل حرف ہے۔

لہٰذا تو کے اوّل تو اور تو کے دل یعنی آل اور تو کے درمیان بھی رکھنے سے ۔

ال او = الاو بن گیا

” آید خاکِ راہ “ غور طلب ہے۔ راہ کا عربی مترادف سبیل ہے اور خاکِ راہ کا اشارہ ہے۔ کہ راہ کا حرفِ آخر یعنی سبیل کا ل لیا جائے۔ جو الاو کے ساتھ ملانے سے اسم مطلوب ” الاول “ بن جاتا ہے ۔ (۷۶)

معمّا الآخر

آخر از فضلِ خود و احسان درآر　　در مقام طاعتم اے کردگار[3]

اشارہ :۔ آخر از فضل کا اشارہ ہے کہ فضل کا آخر حرف ل لیا جائے اب احسان پر غور کرنا ہے۔ اس کا تلفظ ہی اس کی

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۴۱ ب / مطبوعہ ص ۱۵۷ / [2] [3] عین المعانی قلمی نسخہ ۱۴۴ الف / مطبوعہ ص ۱۶۱ / ۱۴۶ / مطبوعہ ۱۶۴

تحلیل کا اشارہ ہے۔ لہذا احسان عمل تحلیل سے لوح سان ہو گیا۔
جس کا مطلب ہے کہ۔ لو (الف) ح کے مانند (مان) ہے۔
اح کے مانند = سان ـــــ اخ ہے۔
ل اور ح ۔ خ مل کر لاخ بنا اور در آر کا اشارہ ہے کہ
لاخ کو آر کے اندر رکھیے۔
ا لاخ ر ـــــ الآخر بن جاتا ہے۔
تشریح کے آخر میں صورتِ دائرہ ہے[1]

(۷۷) الظاہر معمّا

در امید رحمت دارد بدست نسخہ الطافِ آخر ہر کہ ہست[2]

اشارہ :ـــ نسخہ الطاف کا مطلب ہے کہ الطاف لیا جائے
نسخہ الطافِ آخر ہر ہست کا اشارہ ہے کہ الطاف کا آخر ف
ہر سے تبدیل کر دیا جائے۔ اس عمل سے الطاہر حاصل ہو گا۔
در دارد کا کنایہ ہے کہ نقطہ لگایا جائے چنانچہ الظاہر حاصل ہوا۔

---

[1] دائرہ ص ۱۶۵ مطبوعہ [2] عین المعانی قلمی ۱۴۶/۱ مطبوعہ ص ۱۴۲

(۷۸) الباطن معمّا [1]

رہ بر اُمیدِ کرم بکشادہ طالبان را سرِ دران رہ دادہ

اشارہ :- "طالبان را سرِ دراٰن" کا مطلب ہے کہ طالبان کا سر یعنی حرف ط آن کے اندر رکھیے۔

ا - ط - ن = اطن

طالبان کی تحلیل سے ذیل کی شکل آجاتی ہے۔

ط ال ب ان

سرِ حرف یعنی ط ان کے اندر - یعنی اطن ہے۔ لہٰذا ال ب اطن حاصل ہوا - جو اسم مطلوب "الباطن" ہے۔

(۷۹) الوالی معمّا [2]

چون سر و پا طالب بے پا و سر زآتشِ غم سوخت سوئے دے نگر

اشارہ :- لفظ - چوں - را سر و پا طالب بے پا و سر باشند

"طالب بے پا و سر" کا اشارہ ہے کہ اس کا سر ط اور پا - ب شہوں۔

ط ال ب / سر پا — بے سر و پا = ال

پا و سر علیحدہ کرنے سے اَل حاصل ہوا۔

"چون بے سر و پا" - کا مطلب ہے کہ لفظ چون بے سر - چ - اور بے پا - ن ہے - یعنی حرف و ہے۔

---

[1] عین المعانی ص ۱۷۰ ، [2] عین المعانی ص ۱۷۱

"چون سروپا طالب" کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ طالب چون کا سروپا ہے۔ یعنی اس طرح سے۔ طالب چون طالب ـــ ہے۔

مذکورہ تینوں الفاظ بے سروپا کے اشارہ سے یوں حاصل ہوئے ہیں۔ ال - و - ال

سوئے وتے کا اشارہ ہے۔ کہ وتے کا ایک رخ ـــ و ـــ ساقط کرکے ایک رخ "تے" لیا جائے اور حاصل شدہ سے ساتھ ترکیب کردیا جائے۔ ال ـــ و ـــ ال ـــ ی لہٰذا الوالی حاصل ہوا۔

(۸۰) المتعالی سمّا

فیضِ رحمت با جمیع کائنات بود بیشِ عالمت در حدّ ذات [عہ]

اشارہ:- عالمت کے عملِ تحلیل سے دو جزو ہوئے۔

عا ـــ لمت۔ بیشِ عالمت کا مطلب ہے کہ لمت کے بعد عا ہے یعنی بیشِ عا ـــ لمت ہے ـــ اب لمت عا ـــ ہو گیا۔

حدّ ذات کا مطلب ہے کہ ذات کی حد یعنی حرف "ت" لیا جائے ت کو تا بھی کہتے ہیں۔ تا کا عربی مترادف الی ہے۔

بیشِ عالمت در حدّ ذات کو عملِ بالا کے محصلات سے تبدیل کیا۔

بیشِ عالمت	در	حدّ ذات
لمت عا		ت = تا
بیشِ عالمت	در	حدّ ذات
لمت عا		ت = تا ـ ذات کا آخری حرف
لمتعا	در	الی ـ تا کا عربی مترادف

عہ عین المعانی ص ۱۷۳ / قلمی ۱۵۵ الف

ملتفا کو آکی میں رکھیے۔ المتعالی حاصل ہوگا۔

(۸۱) البّر معمّا

رحمتے فرماکہ ماندم در حجاب اخترِ اقبال من شد در سحاب[1]

اشارہ:۔ مصرعہ ثانی۔ اخترِ اقبالِ من شد در سحاب میں البر کا دل مضمر ہے سحاب کا فارسی مترادف ابر ہے۔ اخترِ اقبال کا کنایہ ہے کہ اقبال کا آل لیا جائے۔ اب دوبارہ مصرعہ پر غور کیجیے:۔

اخترِ اقبال من شد در سحاب
ل   در   ابر

یعنی آل ابر میں در (ہوا) داخل ہو گیا۔ لہٰذا البر بنا اور اسم مطلوب البر ہے۔

(۸۲) التوّاب معمّا

گشت بے حد دردِ حرماں چوں تواں جز بلطفِ الیستن از دردِ جاں[2]

اشارہ:۔ مصرعہ اوّل میں بے حد درد اور چون توان قابلِ غور ہیں۔

درد کا عربی مترادف الم ہے۔ بے حد الم یعنی الم بغیر حد م کے ہے۔ لہٰذا آل حاصل ہوا۔

چوں تواں یعنی تواں بھی درد کے مانند ہے۔ یعنی درد کے مانند بے حد ہے۔ توان کا آخری حرف۔ ن ساقط کرنے سے "توا" رہ گیا۔

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۵۷ الف / مطبوعہ ص ۱۷۵

[2] عین المعانی قلمی ۱۵۸ ب / مطبوعہ ۱۷۷

دونوں حاصل ملانے سے ال توا حاصل ہوا۔ "گشت بے حد" مزید غور طلب ہے۔ یعنی بے حد ہے۔ یعنی آخری حرف ب ہے۔ لہذا۔ ال تواب ــ التواب بن گیا۔

(۸۳) المنعم معمّا

در دلم چوں مہر از جاناں نہ تافت   دردِ او راجز نعم بر خود نیافت [1]

اشارہ:- دلم کہہ دلِ من مراد لیا۔ من کو دل کے اشارہ سے مقلوب کہا تو نم ہو گیا۔

مہر کا عربی ــ عین ہے۔ اب دیکھئے۔

در دلم چون مہر از جانا نہ تافت
نم   ع

در دلم کے اشارہ سے یہ مراد ہے کہ نم میں ع داخل کرو اسطرح نعم ــ ن ع م ــ نعم بن گیا۔ درد کا عربی مترادف الم ہے۔
" درد او راجز نعم بر خود نیافت " ــ کا مطلب ہے کہ درد
الم   نعم
کا مترادف الم ــ نعم کے اوپر ہے ــ یعنی المنعم بن گیا۔ دوسرے مصرعہ میں نعم موجود ہے۔ اس لئے پہلے مصرعہ کے عمل مذکور کے بغیر بھی صرف دوسرے مصرعہ سے مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔

(۸۴) المنتقم معمّا

جز تو مقصد نیست از توفیق نست   التجائے من بآں مقصد نخست [2]

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۷۰ الف مطبوعہ ص ۱۷۱ / [2] عین المعانی قلمی ۱۷۱ الف مطبوعہ ص ۱۷۲

اشارہ :۔ حل کا اشارہ کتنا لطیف ہے ۔ التجا کی تحلیل مقصد ہو گیا۔ "التجا" تحلیل ہو کر الت جا بنا اور الت جائے من کا یہ مطلب ہے کہ من کی جگہ الت ین ہے ۔ لہٰذا من میں الت کو جگہ دینے سے ال من ت حاصل ہوا ۔ مقصد کو تحلیل کرنے سے مق صد حاصل ہوا۔ اور صد یعنی ۱۰۰ اور ق کے عدد ۱۰۰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس عمل تحلیل میں ق کو پہلی جگہ حاصل ہے ۔ یعنی مق میں " صد جائے نخست" کے لطیف اشارہ سے ق پہلے ہے ۔ گویا قم ہوا۔

المنت میں قم جوڑنے سے المنتقم ۔ حاصل ہوا ۔

وظائف کے ذیل میں حضرت شاہ عیسیٰ کی ایک رباعی مرقوم ہے[1]

تخلیصِ معانی ز کنایات مجو ‏ ‏ خود را بدر از در میاہات مجو

خواہی کہ بری پئے دلارام وفا ‏ ‏ تحقیقِ حقائق ز اشارات مجو

(۸۵) ‏ العفو ‏ معما

در سوادِ خویش دیدہ دل زنور ‏ ‏ پرتوے دارد تمنائے حضور[2]

اشارہ :۔ دیدہ کا عربی مترادف عین ہے ۔ سواد سے مراد نقطہ ہے سوادِ دیدہ سے غین ۔ غ ۔ حاصل ہوا ۔ سوادِ دیدہ کو غین ۔ غ ۔ مان کر اس کے ہزار اعداد لیئے ۔ تو عربی کا الف ۔ (ہزار) ۔ حاصل آیا۔

سواد دیدہ کی اس حاصل ۔ الف ۔ کے بعد دیدہ کا دل کی ترکیب ہے ۔

---

[1] عین المعانی ص ۱۸۰ ‏ [2] عین المعانی قلمی ۱۲۲ ب مطبوعہ ص ۱۸۱

دیدۂ دل سے مراد عین ہے۔ حرف عین کو الف کے دل میں
جگہ دی تو العف ۔ ہو گیا۔ ا ع ف

دل ز نور کا اشارہ بھی معنی خیز ہے۔ اس اشارہ سے نور کا
دل یعنی وسطی حرف ۔ و ۔ شریک حاصل عمل کر دیجیے۔ تو العفو حاصل ہوا

(۸۶) الرؤف معمّا

لطفِ عام نست باہشیار و مست   کردہ رو در التفاتے ہر کہ ہست[1]

اشارہ:۔ التفاتے کو تحلیل کیجیے ۔ الت ۔ فا ۔ تے
ہوا۔ کردہ رو در الت پر غور کیجیے۔ 'رو' الت میں در آیا۔ ال ۔
رو ۔ ت ۔ = الروت ۔ ہوا۔

اب کردہ رو در فاتے پر غور کیجیے۔ مفہوم یہ ہے کہ ف نے
ت کی طرف رُخ کیا۔ روت کی جگہ ف آیا۔ الرؤف بن گیا۔

(۸۷) مالک الملک ذوالجلال والاکرام معمّا

آفرینندش یک رحم از کلک شست   مال و املاک دل ما تاک تست[2]

اشارہ:۔ مال و املاک مالک المار ی شود ۔ مالک تست۔
مال بجنسہ لیجیے۔ املاک دل کے اشارے سے مقلوب ہو کر کالما ۔
ک ال م ا ۔ بن گیا۔ اور مال کے ساتھ مرکب ہو کر مالک المار
ہو گیا۔ اب مالک تست کا ٹکڑا رہ گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ
آخر میں جو لفظ تاع ہے۔ اس کی جگہ ملک لکھا جائے تو مالک الملک
حاصل ہو جاتا ہے۔

---

[1] عین المعانی ۱۶۳ اب ص ۱۸۲ / [2] عین المعانی قلمی نسخہ ۱۲۶ الف / مطبوعہ ص ۸۴

(۸۸) الرّب معمّا

برنگردد دل زیادِ نام تو [1] زانکہ او پُر دُرشد از انعام تو

اشارہ :- برنگردد دل۔ تر مقلوب (دل) ہو کر رب ہوا۔ نہ کا عربی مترادف لا ہے۔ یہ بھی دل کے اشارے سے مقلوب ہو کر ال ہوا۔ ال اور رب مل کر "الرب" ہوا۔

(۸۹) المقسط معمّا

قسمے از حالم بیفزاید رواست [2] اندکے زین قسم بسیار از عطاست

اشارہ :- حالم کو تحلیل کرنے سے دو جزو ہوئے۔ حا۔ لم۔ قسمے از حا کا مطلب ہے کہ حا میں سے صرف ایک حرف الف ا۔ لے کر لم کے سامنے رکھیئے۔ الم۔ ہوا۔

اندکے زین قسم سے مقصد یہ ہے کہ اس میں سے تھوڑا سا کم قسم میں سے تھوڑا سا یعنی ایک حرف م۔ مراد ہے۔ قسم سے م۔ کم کیا تو قس حاصل ہوا۔

الم اور قس کے ملانے سے المقس بن گیا۔

بسیار از عطا یعنی عطا کے حروف سے زیادہ تعداد والا۔ طا۔ لے لیا اور طا دراصل ط ہے۔

ط کو المقس کے آخر میں لگانے سے المقسط اسم مطلوب حاصل ہوا۔

---

[1] عین المعانی ۱۶۷ ب / ص ۱۸۲ / [2] عین المعانی قلمی ۱۶۹ ب / مطبوعہ ص ۱۸۶

(۹۰) **الجامع** معمّا

یا اجل گردان دلِ ما آشنا   آخر از عین کرم اے رہنما[۱]

اشارہ :- اجل گردان - کا اشارہ ہے کہ اجل کو مقلوب کیا جائے - جلا حاصل ہوتا ہے -

اجل گردان دل کا اشارہ اور مطلب یہ ہے کہ جلا کو بھی مقلوب کیا جائے - "الجا" حاصل ہوا -

دلِ ما کا اشارہ پھر ما کو مقلوب کرکے آم بنا دیتا ہے - یہاں تک کا عمل - الجام - تک پہنچا -

الج + ام ـــــ الجام

آخر از عین کا اشارہ ہے کہ آخر میں ع جوڑ دیا جائے - الجامع ہوگیا - الجامع کی تشریح اردو اور اردو وظائف کے ذیل جواہر خمسہ سے ذیل کے دوائر منقول ہیں[۲] -

(۱) دائرہ متعارف (۲) دائرہ کلیاتِ خمس (۳) دائرہ کلیاتِ ستّہ (۴) دائرہ تنزلاتِ وجود (۵) دائرہ تعریجِ مراتب وجود -

(۹۱) **الغنی** معمّا

جاو منزل تا چو از منزل الثّین   یا ز ماند بہرہ باشد نزدیں[۳]

اشارہ :- شعر مذکور میں تین حروف تا - چو - از - بڑے کام کے ہیں - تا کا عربی مترادف الی اور از کا عن ہے چو از بھی

---

[۱] عین المعانی قلمی ۱۷۱ ب مطبوعہ ۱۹۰ [۲] عین المعانی قلمی ص ۸ - ۱۹۳
[۳] عین المعانی قلمی ۱۸۱ الف / مطبوعہ ۲۰۴ -

غور طلب ہے۔ چوانۂ کا مطلب ہے از۔ (من) ۔ کے مانند یعنی غن
اب اشارہ ہے کہ الی غن کی منزل ہے۔ یعنی یہ لفظ الی میں
در ائیگا۔ چنانچہ الغنی ظاہر ہوا۔

ال غن ی = الغنی

(۹۲) **المغنی** معمّا

درد دل ما آخر از فضل اے رحیم　　داد رسم مہربانی مستقیم[1]

اشارہ: ۔ دلِ ما کا اشارہ ہے کہ لفظ ما کو مقلوب کیا جائے
ام حاصل ہوا۔

در دلِ ما آخر از فضل ۔ اِس کا مطلب ہے کہ دلِ ما۔
ام ۔ میں فضل کا آخری حرف ۔ ل ۔ ہے۔

فضل کا آخری حرف ل ام کے دِل میں ہے۔ یعنی الم ہوا۔
مہربانی کی تحلیل کیجیے۔ مہر ۔ با ۔ نی۔ مہر کا عربی مترادف۔
عین ۔ ہے۔ مگر اسم مہر یہ بتلاتا ہے کہ مہر ۔ عین ۔ کے مانند
یعنی غ ۔ الم میں غ لایا تو المغ بن گیا۔ اب باَ ۔ نی کا اشارہ
غور طلب ہے۔

گویا المغ ۔ بَ ۔ نی ۔ یعنی المغ کو نی کے ساتھ (با) ملاتا ہے۔
حاصل عمل ۔ المغنی ۔ ہوا۔

(۹۳) **المعطے** معمّا

بر بلا دِل نہ بس آنگہ کن طلب　　مطلب خود را بہ بخششہائے رب[2]

---

[1] عین المعانی قلمی ۲۰۶　[2] عین المعانی قلمی ۱۰۵ اب / مطبوعہ ص ۲۰۸

اشارہ :— بلاؔ کی تحلیل کیجیے— بؔ اور لاؔ ہوا۔ بؔ کا نام باؔ ہے اور باؔ کا عربی مترادف معؔ ہے۔

بلا دل — بہ لا دل — یعنی دِل کے اشارہ سے لاؔ کو مقلوب کیجیے تو الؔ ہوا۔ الؔ کو معؔ کے ساتھ ملائیے۔ الؔ معؔ کے ساتھ شامل ہو کر المع بنا۔

اسی طرح طلب بھی تحلیل ہو کر طاؔ اور لبؔ کی صورت میں آیا۔ طؔ کو طاؔ اور طےؔ بھی کہتے ہیں۔

پس آنکہ کُن طلب کا مطلب ہے کہ طےؔ کو آخر میں جگہ دی جائے۔ لہٰذا المعطی حاصل ہوا۔

(۹۴) المانع — المانح

سالم آں باشد کہ ہست او مہرباں — سر فدا سازد نیند لشید از آں[۱]

اشارہ :— سالم آں باشد۔

سالم آں کو سالم آں — یعنی سالماں قرار دیا اور مہربان تھوڑے تصرف سے مہرباں بن گیا۔ مہرباں — مہر باں — کا مطلب ہے کہ مہر اس کے ساتھ۔ مہر کا عربی مترادف علین ہے۔

لہٰذا سالمان کے ساتھ عؔ ملانے سے سالمانع حاصل ہوا۔ اب "سر فدا سازد" کو لیجیے۔

سالمانع کا سر — سؔ ہے۔ اس کو فِدا کرنے سے المانع رہ جاتا ہے۔

۱؎ عین المعانی قلمی ۱۸۸ الف

(۹۵) **انصاد** معمّا

ازوفا و مہرِ غیر از نام کو   دل زاصل آن گرفتہ نام از و[1]

اشارہ:- زاصل آن ___ ترکیب و تحلیل کے عمل سے

زاصلان آیا اس میں زاصلا لیا ___ اس کو دل کے اشارہ سے

مقلوب کیا تو ال ص از ___ الصاز ہوا۔ عمل تصحیف سے ز کا

نقطہ منتقل کرنے سے "انصاد" ہوگیا۔

(۹۶) **المنافع** معمّا

آب داری در خم طاقِ سپہر   آخر از دانا وفاداری و مہر[2]

اشارہ:- دانا تحلیل کے عمل سے دا نا بن گیا۔ دا کا

عربی الم ہے۔ لیکن دا نا کا اشارہ ہے کہ دا ___ (الم) کے آخر

میں نا ہے۔

لہذا - الم - نا ___ المنا ہوگیا۔

اب لیجئے ___ وفاداری و مہر - وفاداری ___ مہرداری۔

فا سے مراد ہے ف اور مہر کا عربی ___ عین مراد ہے۔

دانا یعنی حاصل عمل ___ المنا ___ آخر میں فا ___ (ف) ___

اور مہر ___ (ع) ___ رکھتا ہے۔ لہذا المنافع حاصل ہوا۔

(۹۷) **النور** معمّا

دلِ ز انصافش ہمہ باور نمود   ذکرِ عیشِ خویش از ہر کس شنود[3]

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۸۹ ب / مطبوعہ ص ۲۱۲ / [2] عین المعانی قلمی ۱۹۰

[3] عین المعانی قلمی ۱۹۲ الف / مطبوعہ ص ۲۱۵

اشارہ :- انصافش کی تحلیل کیجیے۔

ان ـــ صاف ـــ ش

تین اجزاء سامنے آتے ہیں - ش ضمیر غائب یعنی لفظ آن اور آن کا عربی "لو" ہے۔

انصافش ـــ ان صافش ـــ لو کا صاف حصّہ ہے۔ یہ حرف ل ہے۔ اور یہ آن کا دل ہے۔ یعنی آن کے درمیان ل ہے۔ لہذا الن حاصل ہوا۔

باور کا اشارہ ہے کہ حاصل عمل ـــ ور کے ساتھ ہے۔ یعنی الن ور النور حاصل ہوا۔

(۹۸) الہادی معمّا

از دل اخلاص و مروت متصل   از سر اخلاص جو ید اہل دل[1]

اشارہ :- سر اخلاص سے الف ـــ ل ـــ حاصل کیا۔ اہل دل سے مطلب ہے کہ اہل کو مقلوب کیجیے۔ الہا حاصل ہوا۔ جو ید بتلاتا ہے کہ ید جو (تلاش کیجیے) اب حاصل تلاش ید کو دل کے اشارے سے مقلوب کیا۔ تو دے ہوگیا اور اول حاصل کے ساتھ ترکیب پا کر الہادی بن گیا۔

(۹۹) العبد الیح معمّا

طالب حق زا بود رود رضیر   آخر از دنیا و عقبے گوشہ گیر[2]

---

[1] عین المعانی قلمی ۲۰۹ الف مطبوعہ ۲۱۷

[2] عین المعانی قلمی ص ۱۹۵ ب مطبوعہ ۲۱۹

اشارہ :۔ طالبِ راہرو درضمیر کا مطلب ہے کہ طالب کا رو یعنی ط۔ غائب کردیا۔ تو لب رہ گیا۔

دنیا کی تحلیل کرنے سے دن یا ۔ آیا اور دنیا کے آگے عقبیٰ بھی ہے۔ دنیا اور عقبیٰ کے ساتھ گوشہ گیر کا اشارہ ہے۔ یعنی دن ۔ یا کے دو جزو ہیں ۔ ان دو جزو میں سے "د" اور "ی" لے لیجئے اور عقبیٰ کا ع لیجئے۔

اب حاصل یہ ہیں ۔ الب ۔ د ۔ ی ۔ ع ۔ تمام حروف ترکیب پاکر البدیع بن جاتے ہیں۔

(۱۰۰) الباقی معمّا

۱۳۲

قابلِ فیض خودم دارائے اللہ   اے دلِ قابل ز توجستہ پناہ

اشارہ :۔ دلِ قابل کے اشارہ سے قابل کو مقلوب کیا لباق حاصل ہوا۔ اب دوسرا مصرعہ دیکھئے :۔

اے دِ ل قابل ز توجستہ پناہ
لباق

یعنی اے نے لباق میں پناہ لی۔ الباق ے ہوا تو الباقی بن گیا۔

(۱۰۱) الوارث معمّا

اے ز تو خورشید و مہ آئینہ فام   ماہِ نو ندآئین انوارت تمام

اشارہ :۔ انوارت لفظ ویسے ہی لے لیجئے عمل تحریفات سے

۱؎ عین المعانی قلمی ۱۹۷ الف / مطبوعہ ص ۲۱۹ / ۲؎ عین المعانی قلمی ۱۹۷ الف

ن کا نقطہ منتقل ہو کر ت کو ث میں تبدیل کر دیتا ہے تو
حاصلِ مطلب الوارث بن جاتا ہے۔

(۱۰۲) الرشید معمّا

سوئے نفضلت چوں شفیعے راست رو اٰخر از جود تو دارد گفتگو[1]

اشارہ:۔ اس شعر میں شفیعے پر غور کیجئے۔ اس کی تحلیل سے
ذیل کے اجزاء آتے ہیں:۔ ش — فی — عی۔
فی کا مطلب در اور میں ہے۔ اجزائے تحلیلی پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ ش در عی — یعنی ش عی میں ہے۔ لہذا
ش عی میں داخل ہوا تو عشی بن گیا۔
آگے کہا گیا ہے کہ راست رو۔ یعنی را رو ہے۔ یعنی را
(ر) اس کا پہلا حرف ہے۔ لہذا عشی سے ع کو ہٹا کر ر اس کا
پہلا حرف کر دیا تو رشی بن گیا۔
سوئے فضل سے مراد ہے۔ فضل کا ایک رُخ ا اور فضل کا
ایک رُخ ل ہے۔
سوئے نفضلت راست رو۔ یعنی اس کا راست رو یعنی
ل کا سیدھا حصہ مطلوب ہے اور ل کا سیدھا حصہ الف ہے۔
اس الف — ل — کو لیجئے اور یہاں تک عمل اور
ترکیب عمل سے الرشی بن گیا۔ ال کو رو کے اشارے سے شروع میں

---

[1] عین المعانی قلمی ۲۰۱ الف / مطبوعہ ص ۲۲۵ / ۲

جگہ دے دی گئی۔

دوسرا اشارہ ہے کہ آخر از خود یعنی لفظ خود کا آخر حرف

د — آخر کا اشارہ ہے کہ آخر میں لکھا جائے۔

لہٰذا الرشی میں د لکھنے سے الرشید بن گیا۔

فاضل مصنف نے تشریح کے ذیل میں ان دو حکایتوں کا حوالہ دیا ہے جو پیر و مرشد موصوف حضرت شکر عارف باللہؒ بار بار دہرایا کرتے تھے[۱]

آگے چل کر حضرت شاہ شکر کی ایک تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔

"حضرت شیخ در شرح نود و نہ — نام میگوید"[۲]

(۱۰۳) الصبور معمّا

از دلِ زار انچہ باید دور دار — چشم حالش با نشانِ نور دار[۳]

اشارہ: — دلِ زار — زار کا دل الف — لی ہے اس کو ملفوظی الف قرار دیا۔ یہ اشارہ کتنا لطیف ہے کہ: —

انچہ باید دور دار

یعنی آپ جو چاہیں۔ وہ حرف اس میں سے دور کر دیں۔ لہٰذا ف ساقط کر دیجیے۔ ال رہ گیا۔

چشم کا استعارہ ہے — ص — ص کو ال میں ملائیے الص ہو جائے گا۔ نشانِ نور پر غور کیجیے۔ عمل تصحیف کا اشارہ کیا ہے۔

---

[۱] عین المعانی ص ۲۲۹/۲۳۰ / [۲] عین المعانی ص ۲۳۱ / [۳] عین المعانی ص ۲۳۲

نور نقطہ کی تبدیلی سے بور بن جاتا ہے۔ الف اور بو آمل کر "العبود" بن جاتا ہے۔

تبصرہ اسمائے صفاتِ الٰہی اسمائے حسنہ اللہ کی ذات وصفات کی حمد میں ہیں۔

ان میں اللہ کی صفات کا بیان ہے۔ جن کے اتصاف سے بندہ الٰہ نما بن جاتا ہے۔ وہ زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ جاودانی زندگی کے حصول کی خاطر اللہ کی محبت اختیار کرنا ضروری ہے ؎

الفت ار گیری بہ تصویر اجل ٭ مانی آخر جاودان ولم یزل

زندۂ جاوید ہر غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

زندۂ جاوید را آخر چہ غم ٭ جاں اگر صدرہ بر آید در الم

ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کے دل صاف ہوتے ہیں۔

میرہ ہر دو بہ دلِ محنت کشاں ٭ از صفا از جلائے دل نشاں

زآتش محنت صفائے یافتہ ٭ ہم چو زر در خود از آں رو تافتہ

نورِ الٰہ سے روشن دل ہر راہ کو روشنی بخشتا ہے۔

ہر کہ باشد در دلش نورِ الٰہ ٭ از دلِ او لمعہ افتد سوے راہ

اہل دل دن رات بیدار رہتے ہیں۔

دارد اہلِ دل ز روئے اختیار ٭ دیدہ بیدار در لیل و نہار

سلیم دل جلا پاتا ہے اور "جمالِ حق" کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔

دِل جلا یابد اگر گردد سلیم ٭ بس شود روے جمالِ حق مقیم

فقر کا لذت آشنا دلِ فلک مرتبہ ہوتا ہے۔ اس کے

۲ استغنا کی شان یہ ہوتی ہے کہ سرکش بھی اس کے در کے گدا ہوتے ہیں ؎

درد فقرت چوں گریباں گیر گشت ٭ رایت جاہت لگردوں بر گذشت
بود خیل سرکشان او را گدا ٭ تاج خود کردہ ملوک آں خاک پا

فقر میں عرفان خودی معرفت حق کا سبب بن جاتی ہے۔

در فقر از ہر کہ پرسیدم نشاں ٭ گفت اگر پرسی بپرس از بحر جاں

سکتہ باری میں عجز کا اعتراف منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

عقل کی سرگشتگی راہ مستقیم سے ہٹا کر گمراہ بنا دیتی ہے۔

از طریق اہل شک بسیار دور ٭ اہل شک را ہے رو د ناچار دور

اللہ کے کرم عام ہیں۔

لطف عام تست با ہشیار و مست ٭ کردہ راہ التفاتے ہر کہ ہست

جس کی رحمت کے دروازے ساری کائنات پر کھلے ہوئے ہیں اس کی جناب میں التجا کرتا ہے۔

آخر از فضل خود احساں در آمد ٭ در مقام طاعتم اے کردگار

ان صوفیانہ رنگ کے اشعار میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم ہے۔ مروت و محبت کے میدان کا مرد — صوفی — خدمت خلق میں فرد تھا۔ خدمت خلق اس کا شعار تھا۔

دل ترقی یابد از اخلاق خوش ٭ دل ز خلق خوش براوج ماہ کش

دل خدا کا مسکن ہے۔ اس کو شر سے خالی رکھنا چاہیے۔

صورت شر گر ز دل فانی شود ٭ یابی از خیر آنچہ مقصودت بود

جیسا بوے گا ویسا کاٹے گا۔

چوں خور و خوابِ تو تخمِ غم فزود | ہر چہ می کاری ہماں خواہی درود

"فکرِ ناصواب" تسکینِ قلب و نظر کو غارت کر دیتی ہے۔

رشتۂ جاں را ز فکرِ ناصواب | جاوداں یابی دلا پر پیچ و تاب

اُمیدوں کا ہجوم انسان کو فکر و نظر کی بلندیوں سے محروم کر دیتا ہے۔

از فراز بادگاہ عزّ و جاہ | افگند دل را اہل در خاکِ راہ

ناقصِ علم و عمل سے بے خبر ہوتا ہے۔

رو بہ ہر جا نقصِ دینداری بود | ناقص از علم و عمل عاری بود

موت کا خوف، اقوام و ملل کے زوال کا سبب ہے۔ موت سے ڈرنے والے افراد عمل اور محنت کوشی سے گھبراتے ہیں" اجل آشنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔

حضورِ رسالتمآبؐ میں اقبال کی التجا ملاحظہ کیجیے۔

اے تو ما بیچارگان را ساز و برگ | وا رہاں ایں قوم را از ترسِ مرگ

جنیدیؔ فرماتے ہیں سے

با اجل گرداں دلِ ما آشنا | آخر از عینِ کرم اے رہنما

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے اشعار میں جو اسمائے حسنیٰ کے معنی ہیں۔ ان کا صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔ ان کا ایک آہنگ اخلاقی قدروں کی تعلیم بھی ہے۔ یہ طرز صوفی رنگ و مشرب سے ہم آہنگ ہے اور اس کا جزوِ لاینفک ہے۔

کلامِ جُنیدی

حضرت شاہ عیسیٰ جُنید اللہؒ فنِ شعر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ علمِ شعر میں وہ یکتا۔ پُرگو۔ زود گو اور برجستہ گو تھے۔ عروض کے ماہر تھے اور جملہ اصنافِ سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ معمّا گوئی اور تاریخ گوئی میں جو فنِ شعر کی اعلیٰ ترین اصناف ہیں۔ اُن کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

افسوس کہ ان کے کلام کا بہت کم حصّہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہا۔ تلاش کاوش سے ذیل کا نمونۂ کلام دستیاب ہوا ہے۔

۱۔ متفرق اشعار ۱۰۳

عین المعانی میں اسمائے حُسنیٰ کے معمّات ہیں۔

۲۔ ایک غزل۔ ۵ شعر۔ ثمرات الحیات سے۔

۳۔ ایک مستزاد۔

۴۔ رباعیات۔ آٹھ۔

مستزاد اور رباعیات عین المعانی میں ملتی ہیں۔

۵۔ منقبت میں تین شعر۔ رسالۂ وحدت الوجود سے۔

نمونۂ کلام:—

۱۔ اللّٰہ

نیست حدِّ خامہ از نامِ الٰہ   دم زدن باید زبان وار و نگاہ

۲۔ الرحمٰن

نیستِ دل محرم ہم آں راز لب دگر   حرفے از نامش بمد باید مگر

۳۔ الرحیم

درج نامش ہر طرف ذرّے فشاند — جوہرِ فرد خودی بیخود بماند

۴۔ الملک

داد دے کا وردہ سوے دے گزار — کردہ پنہاں گنج در شاہوار

۵۔ القدوس

خالقِ بے اوّل و بے آخر است — مہر او از جملہ اشیا ظاہر است

۶۔ السلام

مہر او ہر سو رخ نقاب انداختہ — مہر او ہر سو دلے سر باختہ

۷۔ المومن

جاں درین رہ تا بر دلوے ازو — از قدم تا فرش شد موئے ازو

۸۔ المہیمن

لمعۂ نادیدہ در ایمن تمام — کے شود موسیٰ صفت عالی مقام

۹۔ العزیز

ذرّۂ بے خود کجا آگہ شود — از مقام مہر و ماہ آخر بخود

۱۰۔ الجبار

بر جبال از ذرّۂ کم آشکار — شد تجلی کوہ زان شد بے قرار

۱۱۔ المتکبر

دل سلامت خواہی آخر جانِ من — گیر دل با خود بگو۔ بشنو سخن

۱۲۔ الخالق

دل ترقی یابد از اخلاقِ خویش — دل ز خلقِ خوش براوجِ ماہ کش

۱۳ - الباری

چوں بلا را دل ز بہر روئے یار   در طریقت کرد از جاں اختیار

۱۴ - المصور

عالم بے چشم سر رانی عیاں   جمع یابی صورت روحانیاں

۱۵ - الغفار

شادم از درد و غم بے انتہا   خالقا کم داد بے دادے مرا

۱۶ - القہار

زاد راہ راستاں جز غم مداں   راہِ قلاباں بود بر عکس آں

۱۷ - الوہاب

ہست شمعِ خانہ آہِ سوزناک   آہِ دل گر ہست ما را زاں چہ باک

۱۸ - الرزاق

چرخِ اعلیٰ دیدہ دل بر اوجِ ماہ   ساختہ منزل بہ ہمراہیِ آہ

۱۹ - الفتاح

الفتِ گیری بہ تصویر اجل   بانی آخر جاوداں و لم یزل

۲۰ - العلیم

زندۂ جاوید را آخر چہ غم   جاں اگر صد رہ بر آید وا الم

۲۱ - القابض

چوں بود دل در قضائے سرکشی   در میانِ صد غش باشد خوشی

۲۲ - الباسط

سوزِ غم کاں مشعلِ آتش است   در دلِ طالب چرا آساید خوش است

۲۳ - الخافض

می دہد دودِ دل محنت کشاں — از صفا و از جلائے دِل نشاں

۲۴ - الرافع

دِل از اصل و فرع بر کن راست دل — باش پیوند مراد از خود گسل

۲۵ - المعز

ہر کہ باشد در دِلش نور اِلٰہ — از دلِ او لمعہ افتد سوئے ماہ

۲۶ - المذل

لذتِ دل یافتی چوں با الم — با چناں شوق از محبت نیست غم

۲۷ - السمیع

چوں کشادی روئے دل اے دیدہ ور — می نگر ہر سوئے خورشید دگر

۲۸ - البصیر

دارد اہل دل ز روئے اختیار — دیدۂ بیدار در لیل و نہار

۲۹ - الحکم

ہر کہ او شد در بصیرت ہر کمال — ہر کمال آمد دلش از روے حال

۳۰ - العدل

عالمے دارند آخر چشم و دِل — چشم و دل چوں تا نمانی پا بہ گل

۳۱ - اللطیف

حال و نقد او طلب در دل گزاں — اندکے باشد ترا گنج نہاں

۳۲ - الخبیر

صورتِ شہ گر ز دِل فانی شود — یابی از خیر آنچہ مقصودت خبر

۳۳ - الحلیم

ماندہ در کنجِ ریاضت متصل   اہلِ دل پنہاں سوئے حق میل دل

۳۴ - العظیم

نقدِ عشرت گشتہ گویا درالم   آشکارا بہر ایشاں دمبدم

۳۵ - الغفور

ز آتشِ محنت صفائے یافتہ   ہم چو زر در خود از آں رو تافتہ

۳۶ - الشکور

از طریقِ اہلِ شک بسیار دور   اہلِ شک راہے رود ناچار دور

۳۷ - العلیٰ

اے خوش آں کو نادلی رہبر گرفت   گفت یک رو دامنِ رہبر گرفت

۳۸ - الکبیر

آنکہ خواہد رہبر ایں راہ جست   دل بہ کل از غیر بردارد نخست

۳۹ - الحفیظ

ہست سیرِ اہلِ دل از حد بروں   نسپرد یک لحظہ راہے در درون

۴۰ - المقیت

چشم بر اوجِ فلک در کارِ خویش   تا بآں واصل کند مقدارِ خویش

۴۱ - الحسیب

ہست مطلوب از دل و جاں در نہاں   زاں سبب دل بے خود است اندر جہاں

۴۲ - الجلیل

دل جلا گر باید آخر روئے یار   زاں جلا ظاہر شود بے اختیار

۴۳ - الجمیل

دلِ جلا باید اگر گردد سلیم   بس شود روئے جمالِ حق مقیم

۴۴ - الکریم

در فقرا از ہر کہ پرسیدم نشاں   گفت اگر پرسی بپرس از بہر جاں

۴۵ - الرقیب

سال و مہ چوں در طلب بے پا و سر   باشی از فقرا اندکے یابی خبر

۴۶ - المجیب

درد فقرت چوں گریباں گیر گشت   رایت جاہت ز گردوں بر گذشت

۴۷ - الواسع

بادشاہ فقرا در ملکِ جاں   ہست پلے و بے نوا خورشید ساں

۴۸ - الحکیم

چرخ کحل کردہ از خاک پاش   بود دریا یک نم از ابر عطاش

۴۹ - الودود

زر اگر گیرد یکف باشد چو خاک   نیست چوباں دلاور زناں چہ باک

۵۰ - المجید

جملہ را دل جوئے و رہبر دستگیر   فیض بخش عالم از نورِ بصیر

۵۱ - الباعث

گرد بر بالائے چرخ آرام گاہ   گشتہ نقد عرش از لطفِ اللہ

۵۲ - الشہید

باالہش دل دل از یادِ جہاں   بر گرفتہ آشکارا و نہاں

۵۳- الحق

فیضِ عام او کہ ہر جا می رسد　　از پئے ہم سوئے دل ہا می رسید

۵۴- الوکیل

بود خیلِ سرکشاں او را گدا　　تاجِ خود کردہ ملوک آں خاکِ پا

۵۵- القوی

دائم از خلقِ نکو دل جوئے خلق　　سوئے خالق" روئے او نے سوئے خلق

۵۶- المتین

در پناہِ صیدِ او از صد بلا　　دل سلامت دیدہ آخر خویش را

۵۷- الولی

دید خانی خویش را از قوتِ خویش　　لوح خالی ساختہ از نقشِ خویش

۵۸- الحمید

کعبۂ کوئش بہشتِ جاوداں　　جائے دل آخر ہماں باید نہاں

۵۹- المحصی

دل بود آخر سوئے مقصود پئے　　چوں بود در اصل محکم روئے وے

۶۰- المبدی

عابدے بر عالم آمد روئے اوست　　روئے دلہا قبلۂ جاں سوئے اوست

۶۱- المعید

ہم چنیں عالم اگر آید بدست　　سر بنہ بر پائے او ہر جا کہ ہست

۶۲- المحی

حالِ محروماں نگر اے دل بہ بیش　　فکر کن ہنگر چہ داری بہ پیش

۶۳ - المحی

گر تو خواہی تخمِ حرماں کاشتن — دائمت خواہد پریشاں داشتن

۶۴ - الحی

اے کہ داری مخزنِ نقدِ ازل — حیف باشد صرف کردن بے محل

۶۵ - القیوم

چون خور و خوابِ تو تخمِ غم فزود — ہر چہ می کاری ہماں خواہی درود

۶۶ - الواجد

رشتۂ جاں را ز فکرِ ناصواب — جادہ داں یابی دلا در پیچ و تاب

۶۷ - الماجد

تابشِ جاں را ندانہ سرکشی — تا نیفتد ناگہاں در آتشے

۶۸ - الواحد

سوزد از اندوہ سراپائے خویش — گر بہ بیند یک بہ یک ماوائے خویش

۶۹ - الاحد

حالِ دل درد اکہ دارد انقلاب — ہست دایم از امل در پیچ و تاب

۷۰ - الصمد

از فرازِ بارگاہِ عز و جاہ — افگند دل را امل در خاکِ راہ

۷۱ - القادر

ہر دلِ غافل کہ از حرماں خوش است — ہست نقش پاک یہ یک آں خوش است

۷۲ - المقتدر

گشتہ حرص و آز و غفلت غالبش — مقتدائے بے حد از ہر جانبش

۷۳- المقدم

یا یکے گر باشد آخر دوے ماہ   ماہِ چرخ از قدر آید سوئے ماہ

۷۴- المؤخر

رو بہر جا نقص دینداری بود   ناقص از علم و خرد عاری بود

۷۵- الاول

یک دل و یک رو گر آید خاک راہ   باشدت بر اوجِ عزت بارگاہ

۷۶- الآخر

آخر از فضلِ خود و احسان درآر   در مقامِ طاعتم اے کردگار

۷۷- المظاہر

در امید رحمتے دارد بدست   نسخۂ الطاف آخر ہر کہ بست

۷۸- الباطن

رہ بر امید کرم بکشادہ   طالبان را سرد و آن رہ دادہ

۷۹- الوالی

چوں سر و پا طالب بلے پا و سر   ز آتشِ غم سوخت سوئے وے نگر

۸۰- المتعالی

فیضِ رحمت با جمیع کائنات   بود بیش عالمت در حدِ ذات

۸۱- البر

رحمتے فرما کہ ماندم در حجاب   اخترِ اقبالِ من شد در سحاب

۸۲- التواب

گشت بے حد دردِ حرماں چوں تواں   جز بہ فضلت رستن از درد جہاں

۸۳ - المنعم

در دلم چون مہر از جانانہ تافت — دید جز او را جز نعم بر خود نیافت

۸۴ - المنتقم

جز تو مقصد نیست از توفیق تست — التجائے من بآں مقصد نخست

۸۵ - العفو

در سرادِ خویشتن دیده دل ز لرز — پر ز توئے دار و تمنائے حضور

۸۶ - الرؤف

لطفِ عامِ تست با ہشیار و مست — گر نہ رو در التفاتے ہر کہ ہست

۸۷ - مالک الملک

آفرینش یک قلم در ملک تست — ال وا مالکِ دلم در ملک تست

۸۸ - المقسط

قسمے از عالم بیفزاید رواست — اندکے زین قسم بسیار از عطاست

۸۹ - الرب

بر نہ گردد دل ز یادِ نام تو — زانکہ او پرورد شد از انعام تو

۹۰ - الجامع

یا اجل گردان دل با آشنا — آخر از عینِ کرم اے رہنما

۹۱ - الغنی

جاه و منزل تا چہ از منزل نشین — باز مانده بہره باشد نہ دین

۹۲ - المغنی

عہد دل ما آخر از فضل اے عظیم — داد کیم مہر سر پائی مستقیم

۹۳- المعطی

بر بلا دل نہ پس آنگہ کن طلب　　مطلب خود را ز بخششہائے رب

۹۴- المانع

سالم آں باشد کہ ہست او مہربان　　سر فدا سازد و بیندیشد از ان

۹۵- الضار

از وفا و مہر عجز از تام کو　　دل ز اصل آن گرفتہ نام از و

۹۶- النافع

آب داری در غم طاق بہر　　آخر از دانا وفاداری دہر

۹۷- النور

دل ز انصافش ہمہ باد رنمود　　ذکر عیش خویش از ہر کس شنود

۹۸- الہادی

از دل اخلاص و مروت متصل　　از سر اخلاص جوید اہل دل

۹۹- البدیع

طالب حق را بود رو در ضمیر　　آخر از دنیا و عقبیٰ گوشہ گیر

۱۰۰- الباقی

قابل فیض خودم دارلے الٰہ　　اے دل قابل ز توجہ پناہ

۱۰۱- الوارث

اے ز تو خورشید ومہ آئینہ فام　　ماہ نوز آئین الوارث تمام

۱۰۲- الرشید

سوئے نصلت چون شفیع است رو　　آخر از جود تو دارد گفتگو

۱۰۴ - الصبور

از دل زاد آنچہ باید دور دار ۔ چشم جانش با نشانِ نور دار

ثمرات الحیات میں حضرت شاہ عیسیٰ جندی کی ایک غزل ملتی ہے[۱]

اے طوطیِ خوش گوئے بہ منقار دو عالم ۔ شد آئینہ روئے تو رخسار دو عالم

خواہی زرخ خویش زہر گونہ تماشا ۔ ورنہ غرضت چیست زاظہار دو عالم

زلف سیہت در تتق غیب نہاں بود ۔ ظاہر شدہ در کسوت اغیار دو عالم

آں جان جہاں کز خود و زغیر نہاں بود ۔ گشت است عیاں بر سر بازار دو عالم

جندی منشین جز بے و معشوق زمانے

چوں ہست دلم مخزن اسرار دو عالم

مستزاد[۲]:-

گاہے بہ من سوختہ دل نعرہ زند ۔ با دیدۂ گریاں

گاہے لب من با لب او خندہ کند ۔ وہ عیش کناں

نے نے غلطم چوں بہ حقیقت نگرم ۔ در وحدت و کثرت

خود اوست اگر گرید و گر خندہ کند ۔ آں فتنۂ فتاں

رباعیات[۳]:-

سمعے کہ بہ حق باز شود حق شنود ۔ باطل چو رسد در نظر اہل شہود (۱)

ہر چیز کہ بود شاہد مطلق نخنود ۔ حق حق بود او گرچہ زنا حق شنود

در ہر ورقے سورۂ رویت خوانم (۲) ۔ در ہر نظرے زلف سطرے دانم

اشیا ہمہ آئینہ ہر کس ۔ زانکہ بہ ذاتت ہمہ مدرج دانم

۱۔ ثمرات الحیات قلمی ورق ۳۰ ب الف ۔ ۲۔ عین المعانی ۱۳۔ ۳۔ رباعیات نمبر ۱ عین المعانی ص ۲۶ نمبر ۲ ۲ ۲ ص ۳۸

(۳) در زلفِ بتاں کفر عیاں است عیاں ——— نورِ رُخِ شان عین جوابست و بیاں
تفسیر ازان ہر دو بود لیل و ضحیٰ ——— القصہ نشانِ بے نشان است نشاں

(۴) باعجی بدلت چند رسد زخم زغیر ——— ہاں ہاں بنود غیر وجودے تو بہ سیر
از خود گذرا اے بوالہوسی لاف زنی ——— زیرا کہ خدا محض وجود است بہ خیر

(۵) تخلیص معانی ز کنایات مجو ——— خود را بدر انداز ز مباہات مجو
خواہی کہ بری پے ز دلا ایام وفا ——— تحقیقِ حقائق ز اشارات مجو

(۶) بیرون ز حدودِ کائنات است دلم ——— برتر ز احاطۂ جہالت است ہمہ
فارغ ز تقابلِ صفات است دلم ——— مرأت ربوبیت ذات است دلم

(۷) ہم دل بہزار جان گرفتار تو است ——— ہم جان بہزار سر خریدار تو است
اندر طلبت نبود داند نہ شہود ——— آنکس کہ صفاتش دیدہ دیدار تو است

(۸) در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد ——— پیوستہ ز خویشتن جدائی باشد
خود را بمثالِ غیر دیدن عجب است ——— این بوالعجبی کار خدائی باشد

رسالہ وحدتِ وجود میں حضرت شاہ لشکر محمد عارف کی منقبت میں ذیل کے اشعار مرقوم ہیں —

مرشدِ کامل کہ نامش لشکر است ——— لشکر اہلِ صفا را رہبر است
دیدہ اش بینا شدہ از نورِ حق ——— چوں کلیم اللہ شد بر طورِ حق

مقتدائے جملۂ اہلِ ذف
پیشوائے زمرۂ صدق و صفا

رباعیات :- نمبر ۳ ص ۱۳/۱۴ / قلمی ۱۰۰ ا ب ۵ ص ۱۸۰ ا ۶ قلمی نسخہ ۷ ص ۱۳۲ ۸ ص ۲/۲

رسالۂ دقیقہ کے آخر میں ایک رباعی اور ملحق ہے ؎

ہیچ می دانی تو خود را ہستی یا نیستی — خویش را بشناس و بنگر کیستی و چیستی
آنکہ می گوید کلیم است آنکہ می بیند بصیر — وانکہ می شنود سمیع است پس بگو تو کیستی

تبصرہ

ذیل میں رباعیات پر تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

توحید اور ترکِ خودی کی تعلیم سلیس انداز میں دی گئی ہے۔

ساقی بدلت چند رسد زخم زغیر — ہاں ہاں نبود غیر وجودِ تو بہ سیر
از خود گذر اے بوالہوسی لافذنی — زیرا کہ خلاصِ وجود است بہ خیر

برجستگی داد کے قابل ہے۔

تخلیصِ معانی ز کنایات مجو — خود را بدر از در عبارات مجو
خواہی کہ بری پے دلارام وفا — تحقیقِ حقائق ز اشارات مجو

اشارات بوعلی سینا کی مشہور کتاب ہے اور

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم — لیک رومی پردۂ محمل گرفت

اشارات کا مطالعہ کرنے والے بھی جادۂ مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔
جو سالک اپنے محبوبِ حقیقی کی خدمت میں وفا کا تحفہ لیجانا چاہتا ہے اُسے
چاہیئے کہ حقائق کی تحقیق "اشارات" میں نہ کرے۔ منطقی استدلال
قرآن سے انسان کو دور کر دیتا ہے۔ خود شناسی کے لیے اشرف المخلوقات
کے دائرہ سے باہر ہو کر تگ و دو نہیں کرنا چاہیے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تفسیر ہے۔

بیروں از حدودِ کائنات است دلم	برتر ز احاطۂ جہات است دلم
فارغ ز تقابلِ صفات است دلم	مراتِ ربوبیتِ ذات است دلم

دلت بہزار جان گرفتار تو است	ہم جان بہزار سر خریدار تو ہست
اندر ظلمت نبود اندیشہ شہود	آنکس کہ صفاتش دیدہ دیدار تو ہست

اِس رُباعی کی شانِ نزول عین المعانی میں یوں مرقوم ہے۔

"می فرمودند روزے بزیارت تربت شریفہ شاہ لشکر محمدؐ عارف قدس سرہٗ می رفتم در راہ ایں رباعی رو داد"

مستزاد میں ہمہ اوست کے مسلک کی تشریح کی ہے۔ نے سے غلغلم میں ہمہ اوست کی پوری وضاحت ہے۔

گاہے کہ من سوختہ دل نعرہ زند	با دیدۂ گریاں
گاہے لبِ من از لبِ او خندہ کند	دہ عیش کناں
نے نے غلطم چوں بحقیقت نگرم	در وحدت وکثرت
خود اوست اگر گریہ وگر خندہ کند	آں فتنۂ فتاں

تعلیماتِ جنیدی

بزرگانِ دین اور اولیائے عظام کے ملفوظات کی جہاں دینی برکت اور مذہبی اہمیت مُسلّم ہے وہاں ان کی تاریخی عظمت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اِن ملفوظات سے صاحبانِ ملفوظ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ خاص خاص اوقات میں

اِن روشن ضمیروں پر جو کیفیات طاری ہوئی ہیں ان کا ذکر ہمارے لیئے باعث خیر و برکت اور موعظت روحانیت کا موجب ہوتا ہے۔

اِن کی زبانِ فیض ترجمان سے جو کلمات وقتاً فوقتاً صادر ہوتے ہیں۔ وہ ہماری زبان کے ارتقائی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

اِن بزرگوں کا طریق یہ تھا کہ مسند درس پر یا غیر اوقات میں زبانِ خوارق سے سیر و سلوک کے نکتہ ہائے عجیب اور اشارات غریب آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح۔ مختلف آیات کی شانِ نزول۔ مقامات عروج و نزول صوفیا اور تصوف کے اسرار و غوامض بیان کرتے رہتے تھے۔ کسی بھی عقیدت مند کو ان کی ترتیب و تبویب اور تہذیب و تدوین کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔

ارادت کے نیک اور سعادتمند ہاتھوں سے مرتبہ ملفوظات اِن بزرگوں کے حالات اور تعلیمات کا مستند اور معتبر ماخذ ہیں۔ اِن میں عوام کی زندگی کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ ان سے عام گفتگو کی زبان کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

سطورِ ذیل میں حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کی تعلیمات کا خاکہ خاص خاص عنوانات کے تحت پیش کیا جا رہا ہے۔

آیاتِ کریمہ کی شانِ نزول: ۔ حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کو قرآن مجید میں کمال درک و تدبر حاصل تھا۔ تفسیر انوار الاسرار ان کے مفسرانہ کمال کی شاہد ہے۔

۱۔ ماخوذ از بزم صوفیہ

چند آیات کی تفسیر اور شانِ نزول کشف الحقائق میں مرقوم ہے۔

آیۂ کریمہ:- "فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً
صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً"

اس آیۂ کریمہ کا سببِ نزول بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ ایک مرتبہ حضرت زبیر عامری رضی اللہ عنہ نے حضورِ رسالت مآب کی خدمت میں عرض کیا میں خدا کے لیے عمل کرتا ہوں لیکن اگر کسی کو اسکی اطلاع ہو جاتی ہے تو خوش ہوتا ہوں۔

حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس عمل کو قبول نہیں کرتا۔ جس میں غیر شامل ہو۔

حضور کے قول کی تصدیق میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی[1]

(۱) فمن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ۔

(۲) وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریحات کرتے ہوئے یہ نکتہ سمجھایا کہ طالب و عاشق کا شوقِ دیدار جتنا بڑھتا جاتا ہے لذتِ نظر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے[2]

آب کم خور تشنگی آور بدست تا بجوشد آب از بالا و پست (رومی)

فرماتے تھے کہ آیۂ کریمہ:-

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی

۱؎ کشف الحقائق قلمی ورق ۲۰ ۲؎ کشف الحقائق قلمی ورق ۲۵ ب

یریدون وجهہ ما علیک من حسابہم من شیئ وما من حسابک علیہم من شیئ فتطردھم فتکون من الظالمین[1]

اصحاب صفہ کے حق میں ہے اس آیۂ پاک کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ قریش کی ایک جماعت نے فریب ودغا کے طور پر حضور سرورِ کائنات سے عرض کیا کہ بعض مسلمان کہ ان کے لباس میلے اور جسم بدبو دار ہیں۔ ان میں سے بعض غلام ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے عار آتی ہے۔ ایک روز یہ آپ کی صحبت میں رہیں۔ ایک روز ہم حضرت رسولِ کریم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کیا۔

اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میری اُمت میں، ایسے بھی لوگ ہیں جن کی تعریف قرآن میں اس طریقہ پر ہے[2]

صوفیانہ انداز میں صراطِ مستقیم کی تفسیر فرحی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے
"صراطِ مستقیم بر دو نوع است - یکے انبیائی
دوئم اسمائی

انبیائی عبارت ازان ست کہ بر متابعت انبیا باتباع ظواہر و امر و اجتناب از نواہی عمل نمودہ باشد چنانچہ زہاد و عباد

---

[1] کشف الحقائق قلمی ورق ۳۷ ب [2] کشف الحقائق ورق ۳۷ ب

واہل تقویٰ و ورع ظاہری عمل می نمایند و مراد از این صراط است کہ در سورۂ فاتحہ واقع شدہ

اھدنا الصراط المستقیم .... الخ

و اسمائی اشارات آنست کہ بحکم ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط المستقیم ۂ[1]

آیات کی تفسیر و تشریح میں جا بجا احادیث کے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان احادیث کی بھی ضمنی طور پر وضاحت کر دی گئی ہے۔

اشعار کی تشریح:۔ ایک مرتبہ حضرت کے ایک مخلص مرید فاضل زماں شیخ ابوالخیر نے حضرت سے ذیل کے شعر کے معنی دریافت کیے۔

نیستی ہم می شود آخر حجاب ؎ آہ ازیں حسرت شدہ دلہا کباب

حضرت نے فرمایا کہ جب بعض سالک مقام فنا میں قدم رکھتے ہیں تو "ذباب" کی مانند شہد ناب میں رہ جاتے ہیں اور مقام بقا تک نہیں پہنچ سکتے۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے اس مقام کو حجاب اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ اس مقام کی تشریح میں حضرت لشکر محمد عارفؒ اور صاحب مرصاد العباد کے بھی حوالے دیئے۔

حضرت لشکر محمد عارف کا قول:۔

آں کہ بے خرداست ہیچ نیست دانہ ز دفتر کا مرداں

خارج است و ہر کہ با خود است مرد کامل اسیت ۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۵۶ ب

آنکہ بجانب ہمیں گفت آں زماں کہ ایں معانی گشتہ بود ادراعیان

صاحب مرصاد العباد

احتیاج پیر و مرشد بیشتر کہ قبل از فنا زیراکہ تا بہ مرتبہ
فنا بشدت ریاضت و مجاہدہ خود ہم رسیدن ممکن است
اما بعد از فنا تا آنکہ خدمت و ملازمت مرشد کامل مکمل
نہ کند و بر و تصرف نہ نماید۔ بمقام لقا رسیدن نتواند۔

قسم اوّل لطافت و صفائی کی وجہہ سے عکس پذیر نہ ہو سکی
قسم دوئم کثافت کی وجہہ سے خزف کی مانند تھی۔

سرشت انسانی کثیف ہے مگر انسان لطافت روحانی اور
کثافت جسمانی کا جامع ہے۔ اس کی ذات "قابل آئینگی" قرار پائی۔
چو پشت آئینہ باشد مکرر کہ نماید روئے شخص از روئے دیگر
پس خدائے بزرگ و برتر از کمال عنایت انسان کو برگزیدہ
قرار دیکر اپنا جمال بے مثال اس میں مشاہدہ کیا اور جمیع مظاہر
موجودات سے ممتاز قرار دیا[1]۔

انسان کے بارے میں فرمایا کہ ضعیف تخلیق ہے۔
(خلق الانسان ضعیفا) لہذا اس میں تاب آزمائش نہیں ہے۔
اسے خدا کی جناب میں محبت و طاقت آزمائش اور معرفت
کے عطا کرنے اور اپنا محبوب بنانے کی دعا مانگنا چاہیے[2]۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۲۴۳ ب [2] کشف الحقائق ورق ۲۴۱

نفس:۔ فرماتے تھے کہ۔

انسان اور حیوان کا نفس مختلف الفاظ کی صورت میں بہ سبب اختلاف مخارج متعددہ ظاہر ہوتا ہے اور معانی متبائن پیدا ہوتے ہیں۔ مگر وہ نفس سادہ علی حالہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح نفس رحمانی بحسب استعدادات مختلفہ بصورت اشیا متعددہ متبائنہ ظہور کرتا ہے اور اس کی حرافت ویسے ہی باقی رہتی ہے۔

اعیان ہمہ شیشہ ہا گوناگوں بود   کافتاد براں پرتو خورشید وجود
ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد یا کبود   خورشید دراں ہم بہ ہماں رنگ نمود

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ   شد بہ رنگے ہر یکے تاب عیاں انداختہ
جملہ یک نور است لیکن رنگہا مختلف   اختلاف ایں و آں را درمیاں انداختہ[1]

اہل ظاہر اور اہل باطن:۔ فرماتے تھے کہ

جو لوگ خدائی ذات و صفات کے ذکر اور اس کی تحقیق و تفتیش میں رہتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں:۔

(۱) اہل ظاہر .... اہل عقل

(۲) اہل باطن .... اہل کشف

ان دو گروہوں میں سے ہر گروہ دو گروہوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۸۳

اہل عقل کا ایک گروہ وہ ہے جو پیغمبر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ جو کچھ کرتے ہیں عقلی دلایل سے کرتے ہیں۔ اس قوم کو علماء مشائی کہتے ہیں۔

اہل عقل کا دوسرا گروہ وہ ہے جو خدائے عزوجل اور پیغمبر پر ایمان لاکر معانی قرآن و حدیث اور فقہی مسایل پر عمل کرتا ہے۔ لیکن قرآن کے باطنی معنی ہیں کہ

ان القرآن ظہرا و بطنا و لبطنہ بطنا الیٰ سبعۃ ابطن ؕ

بہرہ نہیں رکھتا ہے

جمال چہرۂ قرآن نقاب آنگاہ بکشاید
کہ دار الملک ایماں را مجرد یابد از غوغا

وہ معرفت استدلالی کا قایل ہے سے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود (رومی)

اس گروہ کو علمائے متکلمین اور اہل سنت والجماعت بھی کہتے ہیں اہل کشف کے۔ ایک گروہ کو رواقی کہتے ہیں رواقی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ۔ حکیم افلاطون نے ایک رواق بنایا تھا اس میں کئی حجرے تھے۔ ہر طالب کو ایک حجرہ دیدیا تھا۔ اس میں وہ قانع ہوکر اور ترک طمع کرکے تہذیب اخلاق میں مشغول ہو جاتا تھا۔

دوسرے گروہ کو اشراقی اس لیے کہتے ہیں کہ اشراق انوار ریاضت سے انکا باطن اس قدر مصفا ہو جاتا ہے کہ سبق کا جز و ہاتھ میں لیکر دل کی زبان سے قرأت کرتے تھے۔ لیکن رسول وقت کی

متابعت کے شرف سے محرومی کی وجہ سے گمراہ تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مقرب بارگاہ رب العزت ہیں۔ ان کو رسولؐ کی ضرورت نہیں[۱]۔

صوفی:۔ وہ ہے کہ اس کو ہر قدم پر دو تجلیاں نظر آتی ہیں۔ بعض نے دو تجلی سے مراد نفی و اثبات لی ہے۔ یعنی صوفی وہ ہے کہ ہر قدم پہ نفی و اثبات میں مشغول رہے[۲]۔ صوفی وہ ہے کہ جتنے مرتبہ قرآن پاک کا مطالعہ کرے اُتنے مرتبہ جدید معنی اس کے دل میں وارد ہوں[۳]۔

عارف:۔ عارف وہ ہے جس کی ہر حرکت و سکنت خدا کے لئے ہے[۴]۔

عارف مبتدی کی مثال ایسی ہے جیسے گرمی میں طلوع آفتاب کے وقت صاف آئینہ دھوپ میں رکھیں تو اس میں آفتاب اور آئینہ دونوں نظر آتے ہیں۔

عارف متوسط کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دوپہر کے وقت شعاعوں کی شدت کی وجہ سے نہ آفتاب نظر آتا ہے نہ آئینہ۔

عارف منتہی:۔ عارف منتہی کی مثال ایسی ہے۔ جیسے بعد نیم روز تا غروبِ آفتاب آئینہ اور آفتاب دونوں نظر آتے ہیں۔

بظاہر مبتدی اور منتہی کی حالت یکساں ہے مگر دونوں میں بعد المشرقین ہے۔

۱۔ کشف الحقائق ص ۱۳۳ ۱۴۳،۱۴۴ ۲۔ کشف الحقائق ورق ۱۱۹ الف
۳۔ کشف الحقائق ورق ۱۱۰ ۴۔ کشف الحقائق ورق ۲۵

کار پاکان از قیاس خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر[1]

عبادت: — عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عبادت .... بندگی کردن است

(۲) عبودیت .... بندہ بودن است

(۳) عبودت

عبادت سے مراد وہ طاعت ہے جو رسمًا۔ عادتًا یا غرضًا ہو۔ غرض خواہ کوئی بھی ہو۔ خوفِ دوزخ۔ امید بہشت۔ یا حصول مقامات و مکاشفات۔ عبودیت سے مراد وہ طاعت ہے جو خالصًا اللہ کے واسطے ہو اور اس میں غرض کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ عبودت وہ طاعت ہے جو غلبۂ ذوق وحدت اور حالت بے کیفی میں ادا کی جائے[2]

اعمال بے ریا: — اگر طالب حق ملازمت خلق سے ڈرتا ہے اور اس کے اعمال خلق کی نظر سے گذرتے ہیں تو یہ کمالِ ریا اور سببِ ضلالت ہے[3]

طالب حق جب راہِ طلبِ حق میں قدم رکھے تو چاہیئے کہ خود کو اور ساری دنیا کو مردہ تصور کرے تاکہ ریا اور نمائش سے خلاصی پائے[4]

طالبِ حق جب معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور ریا اس کے درون میں آجاتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس

---

[1] کشف الحقائق ورق ۳۰ [2] کشف الحقائق ورق ۲۷

[3] کشف الحقائق ورق ۲۰

ورطہ سے رہائی کس قدر مشکل ہے[1]

علم :۔ علم ایک صفت ہے اگر اس کی تمام تفصیل پوری کروگے تو تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی بے کس کسی بادشاہ کے امیروں سے آشنا ہو گیا ہے اور اگر ذکر حق کروگے تو خدا سے آشنا ہو جاؤگے اور اس کے تمام اوصاف سے متصف ہو جاؤگے۔ تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ سے آشنا ہو گئے[2]

شکر :۔ شکر یہ عبارت ہے کہ ہر عضو اس عبادت میں مصروف ہو جائے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

"شکر عبادت ازاں است کہ ہر عضوے کہ برائے
عبادتے آفریدہ اند۔ بآں عبادت مشغول گرداند[3]"

تواضع اور رغبت :۔ تواضع اور رغبت میں یہ فرق ہے کہ تواضع وہ فروتنی ہے جو حق تعالیٰ کے لئے ہو اور رغبت وہ فروتنی ہے جو اپنی خاطر کی جائے اور اس سے طمع پیدا ہو۔

طمع کے متعلق اس مقام پر مرتب ملفوظ کشف الحقائق۔ فرحی نے اپنا ایک شعر نقل کیا ہے ؎

طمع شوم از نقط خالی ⁂ چوں درختیست بے گل و خار[4]

کشف و کرامات :۔ اولیاء کی کرامات ان کا ادنیٰ مرتبہ ہیں۔ لوگ ان کا کمال تصور کرتے ہیں[5]

---

[1] کشف الحقائق ورق ۲۰ ب [2] کشف الحقائق ورق ۱۷ ب [3] کشف الحقائق ورق ۲۲
[4] کشف الحقائق ورق ۳۶ [5] کشف الحقائق ورق

وحدتِ وجود:۔ مطلق سے مقید کی نسبت ژالہ کی مثال سے بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ عیسےٰ جند اللہ ؒ نے فرمایا:۔

"مثالِ وحدت ژالہ مناسب تراست۔ جہت آنکہ ژالہ محض آب است کہ بواسطۂ انجماد نام ژالہ گرفتہ۔ ہم چنیں نسبت مقید بہ مطلق"

فنا و بقا:۔

لوگ فنا و بقا کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب فنا کھانے پینے۔ سونے بولنے اور سننے بلکہ تمام حرکات و سکنات سے باز رہتا ہے اور مجانین کی مانند مسلوب العقل ہو کر تکالیف شرعی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صاحبِ فنا کھاتا ہے، سوتا ہے، بولتا ہے اور احکام شریعت پر مستقیم رہتا ہے[۲]۔

سالک کے باطن میں ہستیٔ حق کے ظہور کے استیلار کی وجہ سے جو بے کیفیتی پیدا ہو جاتی ہے وہ فنا ہے اور عین فنا ر الفنا ر میں جو شعور بے خودی رونما ہوتا ہے بقا ہے[۳]۔

سوال:۔ مفلس کو سوال کرنے پر یا بے طلب دے دینا چاہئے کیونکہ دل کی حالت متغیر ہوتی رہتی ہے اور سخاوت کے بدلے بخل کا وسوسہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

دل ایک صحرا افتادہ پر کے مانند ہے جسے ہوا کبھی ادھر لیجاتی ہے

۱۔ کشف الحقائق ورق ۸۳ ب۔ ۲۔ کشف الحقائق ورق ۳۲، ۳۲

۳۔ کشف الحقائق ورق ۳۲ ب۔

اور کبھی اُدھر[1]۔

حرکتِ ناموزوں دلیلِ حرمانی ہے[2]۔

خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہونا[3]۔

مُرشد کی رہنمائی:— مُرشد کی رہنمائی کے بغیر منزل رسی مشکل ہے۔ کوئی چاہے کتنا ہی بڑا عالم باعمل ہو۔ جب تک عرفائے اہلِ تصرف میں سے کسی کی انابت نہ کرے گا۔ اسرارِ الٰہی اور انوارِ لامتناہی اس کے موافق دل سے طلوع نہ ہوں گے۔

بسعیِ خود نتواں بُرد گوہرِ مقصود
خیال بود کہ ایں کار بے حوالہ برآید

فیضِ معارف اولیائے حق دل سے دل کو پہنچتے ہیں[4]۔

مُرشد:— مُرشد صیادِ مرغابی گیر کے مانند ہے[5]۔

صیاد مرغابی گیر ایک مرغابی کی اندرونی آلائش پاک کرکے اُسے خشک کرکے سر پر رکھ لیتا ہے اور آہستہ سے مرغابیوں کے درمیان پانی میں پہنچ جاتا ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ بھی مرغابی ہے۔ پھر وہ ایک ایک مرغابی پکڑتا ہے اور اس زنبیل میں ڈالتا جاتا ہے۔ جس کو وہ پیٹھ کے پیچھے باندھے ہوئے رہتا ہے۔

اِسی طرح خدا نے مرشد کو پاک کرکے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۵ [2] کشف الحقائق ورق ۲۷ [3] کشف الحقائق ورق ۲۹
[4] کشف الحقائق ورق ۱۷ [5] کشف الحقائق ورق ۳۸ ب/ورق ۸۹

کرد صیاد سر بہ کالبدم　　تا بہ صید ہا بگیرانم
در وجودم ہمیشہ اوست بکار　　تہمت بیہدہ است بر جانم
(مسعود بک[1])

فیضِ حق تعالیٰ سبحانہٗ پیر و مرشد کے واسطے کے بغیر طالب و مرید کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

روئی کو پنبہ زار میں ایک مدت تک رکھنے کے بعد بھی اس میں آگ نہیں پیدا ہو سکتی۔ صاف آئینے یا آبگینے کے پیچھے رکھنے کے بعد اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے۔

مرشد کو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے واسطے کے بغیر آتشِ جذبِ الٰہی میسر نہیں آ سکتی۔

زمن جانِ پدر ایں پند بپذیر　　برو فتراک صاحب دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیابد　　نگردد گوہر روشن نتابد
اگر تاثیرِ صحبت نیست اے دوں　　بباید ہیچ مرغ از بیضہ بیروں
اساس کار را تو محکم افتاد　　کہ موسیٰ را خضر می گردد استاد
چوں ممکن نیست رفتن بے دلیلے　　بباید مصطفےٰ را جبرئیلے[2]

طالب صادق اور سالک عاشق کو چاہیے کہ "اخفا در برزخ صغریٰ" میں ایسی کوشش کرے کہ تمام "اوراق ممکنات میں اُسے مرشد کی لطیف صورت نظر آئے یا ہر وقت اُس کا جلوہ پیشِ نظر رہے۔

۱؎ کشف الحقائق ورق ۳۸ ب　　۲؎ کشف الحقائق ورق ۱۸ ب

بلکہ خود کو اس کی صورت میں ایسا محو اور مستلاشی کر دے کہ اپنی
حرکات و سکنات میں بھی وہی ہو جائے[1]

طالبِ حق جب معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور دریا کے
درون میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس ورطہ سے
رہائی کس قدر مشکل ہے[2]

آفاتِ غرض سے مصئون و محفوظ رہنے کے لئے طالب کو اپنے
احوال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے[3]

مرشد کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ سے اخلاقِ ذمیمہ کو
اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کر لینا چاہیے[4]

مذکورہ بالا تعلیمات میں تزکیہ و تصفیہ ظاہر و باطن کے نکات
و اشارات بیان کئے گئے ہیں۔

تمت

---

١ کشف الحقائق ورق ١٢ ب   ٣ کشف الحقائق ورق ٢٧ الف
٢ " " ٢٠ ب   ٤ " ٢٧ الف